

۱۰۰ سال قبل طبع ہونے والی
بے مثال کتاب

کشف الحجاب

تصنیف

قاری عبدالرحمن انصاری پانی پتی

تذکرہ حانیہ

مولانا الطاف حسین حالی

تقدیم حکیم محمد واحد برکاتی

باہتمام شعبہ نشر و اشاعت

مرکزی جماعتی القراء پاکستان

حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ کی شخصیت ۱۵۵۰ء سے قبل اور اس کے کئی سال بعد تک علماء اصفہان کے نزدیک بڑی وسیع حیثیت کی مالک رہا ہے آپ نے خاندانِ اولیائے اہل بیتؑ کی آخری چشم و چراغ مولانا شاہ اسحاق سے ابتدا کی۔ اس بات کی زبردستی تخیل کی بلکہ شاہ اسحاق کی زینِ حجاز

ہجرت سے قبل ان کے مقربین میں بھی داخل ہے یہی وجہ ہے کہ شاہ اسحق کی معرفت روز و شب آپ کی واقفیت سنا کر
رکھتی تھی ہندوستان میں فقہ انکار تقلید کے خلاف جن علمائے افاض نے کھل کر جہاد کیا ان میں تارسی صاحب نام سر
نہت ہے شاہ اسحق کی تربیت کے زیر اثر آپ نے اس فقہ کی حقیقت اور اہمیت کا پردہ چاک کیا اور غیر تقلیدین
کی جگہ شاہ اسحق کو اس فقہ میں ملوث کر نیکی ہر کوشش کی مذمت کی اور تمام عمر اپنے استاد کے مسلک کا اعلان کرتے
ہے آپ غیر تقلیدین کے شیخ انکل میاں نذر حسین کے اس دعوے کی بھی پر جوش تردید فرمائی کہ انہوں نے شاہ اسحق
سے تحصیل علم کی ہے تارسی عبد الرحمن پانی پتی کی اس کوشش کا مقصد اصل یہ تھا کہ بد مذہب شاہ اسحق کا سہارا لیکر
غریب و سادہ عوام کے سامنے باطل نظریات پیش نہ کر سکیں اور عوام پر حق بات واضح ہو جائے اس سلسلہ میں آپ نے متعدد
رہائے تصنیف کئے اور بہا بر اپنی تقاریر میں غیر تقلیدین کا رد فرماتے ہے۔ میاں نذر حسین کے سفر حجاز کے موقع پر حضرت
مولانا دہلی احمد محدث سورتی نے غیر تقلیدین کے عقائد و نظریات کی تردید میں ایک فتویٰ جامع الشواہد فی اخراج الوہابین
عن المساجد کے نام سے دیا تھا جس پر مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد عادل کاپوری، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد
یعقوب نانوتوی، مولانا مسعود الحسن، مولانا عبدالحق حقانی، مولوی محمد دیوبندی، مولانا محمد مہدی فرنگی علی کے علاوہ متعدد
دیگر علماء کرام نے تصدیقات تحریر فرمائی تھیں اس فتویٰ پر تارسی عبد الرحمن پانی پتی نے اپنی تقریر میں لکھا ہے کہ تخمیناً مدت ۴۶
سال یعنی ۱۲۵۴ھ سے ۱۳۰۰ھ تک اس فرقہ کو خوب لکھا مسائل مذہب و فتویٰ ہلا کے علاوہ بڑی بڑی مخالفت حدیث پر یہ
فرقہ جبری ہے مولانا شاہ اسحق صاحب مرحوم بر ملا ان کوفال و فضل و عذ میں ملے تھے اور یہ لوگ باہر نکل کر کہتے تھے کہ شاہ
ساجد مذہب وہی ہے جو ہمارا ہے ظاہر میں ایسا کہہ دیا ہے اسی طرح ہر عالم و دینار کو ہم مذہب اپنا بتا کر دین بخری سے اور
قرآن و حدیث سے منحرف کرتے ہیں ایسے دین محمدی سے مخالف بنے اور سنت جامعہ کے مخالف اور دشمن بنے میں کچھ شک
و شبہ نہیں ہے جیسے رد افض و دوارح کے چچے نماز پڑھنی ایسے ہی ایسے چچے نماز پڑھنی ہے ان کی امامت جائز نہیں
ہے تفصیل طول رکھتی ہے حضرت محدث سورتی کے فتویٰ کی تصدیق میں تارسی صاحب کی اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ غیر
تقلیدین عوام کو مختلف جملے بدل کر دھوکہ دینے میں گزشتہ ڈیڑھ سو سال سے مصروف ہیں اس مذہب کو کوشش میں انہوں نے
علماء اہلسنت کے معتقدات کا بھی غلط چرچ کر کے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے اس قسم کی سینکڑوں مثالیں آج بھی
ہمارے سامنے ہیں کہ یہ لوگ اپنی کتابوں میں ہمارے علماء کا تذکرہ کر کے ان کو اپنا ہم عقیدہ ظاہر کر رہے ہیں خصوصاً حضرت فضل الرحمن
گنج مراد بادی استاذ العلماء مولانا لطف اللہ علی گڑھی، مولانا احمد علی محدث سہا پوری، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی مولانا
احمد حسن کانپوری فخر قادیت حضرت پیر علی شاہ گولڑوی، مولانا فیض الحسن سہا پوری مٹی غلام سرور لاہوری کا تذکرہ وہابی
اور دیوبندی اکثر و بیشتر بڑی عقیدت و احترام سے کرتے ہیں تاکہ عوام کو دھوکہ دین گمراہ کیا جاسکے اور اپنے غرض و غافل کو کام لیں
حدو یہ ہے کہ تارسی عبد الرحمن پانی پتی کو بھی دھوکہ کھاتا رہے میں ڈالتے ہیں اسے قدرت کی قسم نظر ہی ہی کہے کہ ایک حدیث قبل جو شخص
اپنے استاد کے مسلک کو ان بدوہ فردوں کی دستبرد سے بچائے کوشش میں قلم کو توار نہ لے سکے تھے آج اس کا مسلک بھی انہی
بدوہ فردوں کے ہاتھوں خطرات سے دوچار ہے، مختصر یہ کہ تارسی عبد الرحمن پانی پتی کی شخصیت عوام اہلسنت کے لئے باعث فخر
و ناز و اراد کی خدمات ہمارے اعزاز ہیں ان کا ذکر با کثرت تحریر ہے کشف المحجوب باطل معتقدات پر ایک منبر بکارتی ہے ایسے نادور
رسالہ کی فراہمی پر ادارہ حکیم محمد احمد مسکانی، منبرہ حضرت مولانا برکات احمد ٹوٹکی کا شکریہ ہے اور اس موقع پر ادارہ صاحبہ ز ادیب

جناب نظر بر خلیفہ مہدی علیہ السلام کی رہنمائی و مشکوئے بے شک کی رسالت سے حکیم مہدی علیہ السلام کے دروازہ ملک سید اختر مہدی علیہ السلام سے ہے جن کے سالقا و من سے یہ کتابت لکھی ہوئی۔

تقدیم

بر عظیم میں ترک تقلید کی تاریخ شاہ ولی اسد محدث دہلوی سے شروع ہوتی ہے
شاہ صاحب کی سفر حرمین سے مراجعت ۱۱۴۵ھ / ۱۷۳۲ء کے بعد شیوخ حرم کے اثر
سے ان کے رجحانات خیالات اور نقطہ نظر میں جو انقلاب آیا اس کے نتیجے میں وہ اگرچہ خوف فساد
خلق سے عمل تو حنفی فقہ پر ہی کرتے رہے مگر ان کے فکر و نظر میں جو تبدیلی آئی اس کے لئے باوصف
اعتیاد یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ ایسے حنفی نہیں رہے جیسے تمام علماء احناف ہوتے رہے ہیں اور ہیں۔
انہوں نے تقلید پر (تقلید میں جمود ہی پر سہی) تنقیدیں کیں۔ تقلید میں اعتدال کی دعوت دی
اجتہاد کا باب بند کر دیئے جانے کا شکوہ کیا، ائمہ اربعہ کے مذاہب فقہی میں توافق و تطبیق کی کوششیں
کیں، موطا و امام مالک کو دوسری کتب حدیث پر ترجیح دی۔ اور اسے اپنے یہاں داخل نصاب کیا اس
کی دُرُ شرحیں لکھیں، المسویٰ اور المصنف جن میں ۸۰ فیصد مسائل میں احناف سے اختلاف کیا اور
ان ۸۰ فیصد میں سے ۷۰ فیصد مسائل میں شوافع کی تائید و حمایت کی، یہ تو فروع کا ذکر تھا، اصول میں
انہوں نے صدنی صد شوافع سے اتفاق کیا اور شافعییت کو اقرب الی السنۃ کہا
مختصر یہ کہ سفر حرمین سے مراجعت کے بعد بھی وہ اگر حنفی تھے تو بقول ڈاکٹر محمد مظہر بقا
ایسے حنفی کہ

”اصول فروع میں ان کا اختلاف امام ابو حنیفہ کے ساتھ اتنی کثرت کے ساتھ
ہے کہ علمائے احناف میں سے آج تک کسی نے امام صاحب کے ساتھ اتنا اختلاف
نہیں کیا۔“

اسی طرح کہا جاسکتا ہے کہ غیر شوری طور پر ہی سہی وہ ترک تقلید کے لئے قضاہ ساز گارا اور

علیہ ڈاکٹر محمد مظہر بقا، اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامیہ

اسلام آباد ۱۹۷۳ء، الخیر الکثیر، علیہ ڈاکٹر محمد مظہر بقا

زین ہموار گئے اور ان کی تحریروں کو ترک تقلید کی طرف اقدام کہنا بے جا نہیں ہو سکتا۔
 شاہ صاحب کے فرزند جانشین شاہ عبدالعزیز حنیف ایک سو حنفی تھے یا وہی سادہ سی
 بات کہ جیسے اور سب علماء احناف تھے اور ہیں ایسے حنفی تھے۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے اپنے دور میں
 (۱) اصول مذہب حنفی اور (۲) ماخذ ائمہ اربعہ میں اپنے والد ماجد کے نظریات کا (بغیر نام لئے)
 رد کیا ہے، فروع میں مقلدین وغیر مقلدین کے درمیان اختلافی مسائل میں وہ تمام علمائے احناف
 کے ہم نوا تھے یہ

مگر شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے شاہ محمد اسماعیل نے اپنے جد بزرگوار
 کی تحریروں کے مطالعے کے بعد اور ساتھ بعض مورخین کے بیان کے مطابق محمد بن عبد الوہاب کی کتاب التوحید

علی مولانا عبدالکلام آزاد کا بیان ہے کہ شاہ ولی اللہ کا مسلک مجتہدانہ اور تقلید مذاہب سے انکار
 تھا اور شاہ عبدالعزیز مقبولیت کی عام راہوں سے بے پروا ہو کر کام نہ کر سکے اور شاہراہ عام پر چلتے رہنے کے
 سوا چارہ کار نہ دیکھا، اوائل میں ان کا قلم اپنے والد کے مسلک پر بے اختیار چلے لگا تھا مگر پھر ترک گئے اور اقلاً
 کے ساتھ قلم اٹھانے لگے۔ اگر اپنے والد کے مسلک پر رہتے تو مقبولیت عوام سے دستبردار ہونا پڑتا۔ . .
 مولینا کے خیال میں شروع میں شاہ عبدالعزیز کا مسلک بھی تقلید مذاہب سے انکار تھا مگر مقبولیت عوام کی
 حرص میں وہ اپنے والد بزرگوار سے بالکل الگ ہو گئے، مقبولیت عوام کے علاوہ دوسرا سبب مولینا کے خیال میں یہ
 تھا کہ شاہ ولی اللہ کے وصال پر جب مولینا فخر الدین دہلوی نے ان کی دستار بندی کی تو کان میں یہ بھی کہا
 کہ تمہارے والد بزرگوار کے دامن پر ایک دھبہ لگ چکا ہے تمہارا کام یہ ہے کہ اسے صاف کر دو۔ شاہ
 عبدالعزیز نے یہ درخواست پوری کر دی۔ میاں نذیر حسین کے سوانح نگار نے بھی تقریباً یہی بات کہی ہے
 مگر ذرا باریک کا تا ہے: شاہ عبدالعزیز جب اپنے والد بزرگوار کی مسند پر بطور جانشین متمکن ہوئے
 مرنج و مرنجاں پالیسی اختیار کی "۱۸۴"

۱۸۴ وہ تقلید کے دائرے سے نکل کر عمل بالحديث کو اپنا شعار بنا چکے تھے، شاہ ولی اللہ کا مسلک
 یہی (رفع یدین وغیرہ تھا) مولینا سعود عالم ندوی معارف شاہ ۳۱ جلد ۱۵

الف: نقش آزاد، مرتبہ غلام رسول مہر لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۳۱۳ تا ۳۲۰

کے مطالعہ کے بعد تقلید امام معین کا قلاب اپنی گردن سے اتار پھینکا اور اپنے اس نئے مسلک کو صرف نظری نہیں رہنے دیا بلکہ عمل کے میدان میں بھی اقدام کیا اور رفع یدین کرنے اور آمین بالجہر کہنے لگے۔ انہوں نے ان مسائل کو اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ ان کی تبلیغ بھی شروع کر دی اور اس طرح بات خواص سے عوام تک پہنچی دہلی سے صادق پور تک پہنچی، مدرسہ رحیمیہ سے جامع شاہجہانی کی بیڑھیوں تک پہنچی، فارسی سے اردو تک پہنچی اور شاہ ولی اللہ کے اجمال سے تفصیل تراوش کرنے لگی اور ان کے اشارات سے مصاحفوں کے برگ و بار نمودار ہونے لگے۔

یہ ۱۸۱۴ء کے اریب قریب کا ذکر ہے۔

اس وقت اگرچہ شاہ عبدالغنی (شاہ اسماعیل کے والد) کا دھماکا ہو چکا تھا مگر شاہ رفیع الدین زندہ تھے، شاہ عبدالقادر زندہ تھے اگرچہ کمر باندھے ہوئے تیار بیٹھے تھے، شاہ عبدالعزیز زندہ تھے اگرچہ رزق البواسیر کے عوارض کا شکار اور بصیر تھے، چنانچہ ایک شاہ عبدالعزیز کے ایماء پر شاہ عبدالقادر نے شاہ اسماعیل سے کہلوا یا کہ:

”رفع یدین چھوڑ دو اس سے خواہ مخواہ فتنہ ہوگا“

شاہ اسماعیل نے جواب دیا کہ اگر عوام کے فتنے کا خیال کیا جائے تو اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے۔
”من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلما جرماتہ تشہید کیونکہ جو کہ کوئی سنت متروکہ کو اختیار کرے گا عوام میں ضرور شورش ہوگی۔“

شاہ عبدالقادر نے شاہ محمد یعقوب سے جو دونوں کے درمیان قاصد تھے کہا:

”بابا! ہم تو سمجھے تھے کہ اسماعیل عالم ہو گیا۔ مگر وہ تو ایک حدیث کے معنی بھی نہ سمجھا یہ حکم تو اس وقت ہے جب سنت کے مقابل خلاف ہو۔ اور باطن فیہ میں سنت کا مقابل خلاف سنت نہیں ہے بلکہ دوسری سنت ہے کیونکہ جس طرح رفع یدین سنت ہے اسی طرح ارسال بھی سنت ہے۔“

لکھا ہے کہ یہ جواب سن کر شاہ اسماعیل خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔

۱۸۱۴ء میں شاہ عبدالقادر اور سنہ ۱۸۱۸ء میں شاہ رفیع الدین وصال فرما گئے اور صرف

شاہ عبدالعزیز رہ گئے تھے جو کبر سن اور امراض و عوارض کی بنا پر بے خبر اور بے اثر سے ہو کر رہ گئے تھے چنانچہ شاہ اسماعیل نے مزید اقدام کیا اور اپنے عالی مقام چچا کے جیتے جی سید احمد صاحب سے بیعت ہو گئے اور اب تک زبانی تبلیغ کرتے تھے اب قلم بھی ہاتھ میں لیا اور پہلے تقویت الایمان اور پھر تنویر العینین فی مسئلہ رفع الیدین لکھ کر دائرہ تبلیغ وسیع کر دیا۔ خاندان کے دو سکاڑے نے زبان اور قلم سے افہام و تفہیم کا حق ادا کیا۔ شاہ مخصوص اللہ نے شاہ اسماعیل کی تقویت الایمان کے جواب میں معید الایمان تالیف کی ان کے بھائی شاہ محمد موسیٰ نے حجتہ العمل سے فاس البطالہ الجعلے اور رسالہ در تحقیق استعانت تالیف کئے مگر پھر بھی بات بڑھی نہیں تھی اور شاہ عبدالعزیز ہزار معذوریوں کے باوجود صرف اپنے وجود گرامی سے شیرازے کو پریشان ہونے سے مانع تھے ان کی وفات (۷ شوال ۱۲۳۹ھ / ۶۱۸۲۳) کے صرف ۷ ماہ بعد ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ کو دہلی والوں نے دیکھا کہ شاہ ولی اللہ کا خاندان جامع شاہجہانی میں باہم صف آرا ہے۔ ایک طرف شاہ عبدالعزیز کے داماد مولوی عبدالحی بڑھانوی اور شاہ اسماعیل ہیں دوسری طرف شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسیٰ مولانا رشید الدین خان وغیرہ ہیں لیکن مناظروں نے کبھی مسائل کو حل کیا ہے جو یہ مسئلہ حل ہوتا بات بڑھتی ہی رہی تا آنکہ شاہ اسماعیل سکھوں سے جہاد کے لئے سرحد کی طرف روانہ ہو گئے اور اپنے پیچھے اپنے پیرو، ہم ملک اور ہم زبان عدم تقلید کی تبلیغ کے لئے چھوڑ گئے۔

شاہ عبدالعزیز نے اپنی زندگی ہی میں اپنا ہاشم اپنے ذوالے شاہ محمد اسحق کو منتخب کر دیا تھا وہ نانا کے وصال کے فوراً بعد جج و زیارت کے لئے چلے گئے تھے (بزم مناظرہ میں بھی شریک نہیں تھے) دو سال بعد وہاں سے واپس ہوئے تو شاہ اسماعیل تو سرحد جا چکے تھے ان کی تحریک اور اس کے اثرات باقی تھے اس کے ازالہ کے لئے شاہ محمد اسحق نے جو تدابیر اختیار کیں وہ شاہ عبدالعزیز کے خلیفہ اور جانشین اور حلقہ ولی اللہی کے خلیفہ وقت کے شایان شان تھیں شاہ محمد اسحق کا انتخاب شاہ عبدالعزیز نے سوچ سمجھ کر پرکھ کر کیا تھا وہ خلیفہ اور داعیانہ مزاج نے کر نہیں، محققانہ اور معلمانہ مزاج نے کر پیدا ہوئے تھے خطیب و داعی کی بات میں گرم نوائی اور جوش ہوتا ہے معلم و محقق (مدرس) کا کلام محتاط اور حقیقت پسندانہ ہوتا ہے وہ شاعری کی

زبان میں بات کرتا ہے، یہ ریاضی کی، اسے حق کی تبلیغ و ابلاغ کا شوق ہوتا ہے، اسے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی فکر ہوتی ہے، وہ آتش فشاں ہوتا ہے، یہ نرم رو، وہ گرم خو ہوتا ہے، یہ نرم خو، وہ پر جوش ہوتا ہے، یہ باوقار، اس کا سابقہ عوام سے ہوتا ہے اس کا معاملہ طلباء سے۔ چنانچہ اس آشوبِ اجتہاد کا سب سے مؤثر دفاع شاہ اسحق نے ہی کیا، اگرچہ انہوں نے بطور خاص شاہ اسماعیل اور ان کے رفقاء کے رد میں کوئی رسالہ بھی نہ لکھا، وہ ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۲۰ء کی مجلس مناظرہ میں تو اس لئے شریک نہیں ہو سکے تھے کہ ان دنوں وہ سفرِ حرمین پر تھے، مگر وہ ہوتے بھی تو ان کے مزاج و افتادِ طبع کے پیشِ نظر ہماری رائے یہ ہے کہ وہ شریک بھی نہ ہوتے اور بہت ممکن ہے کہ یہ قضیہ وہ عوام کی عدالت میں پیش کرنے جامع مسجد تک بیجانے کے خلاف رائے دیتے۔ مگر اس باب میں ان کے جذبات کی تندہی و تیزی کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ شاہ اسحق کے تلمیذ سعید و رشید اور خلیفہ نواب مولانا قطب الدین خان لکھتے ہیں:

"اور چند سال گزرے ہیں میں نے بحشمِ خود دیکھا تھا کہ مولینا اولانا و مرشدنا استاذنا خاتم المحدثین مولانا شاہ محمد اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے طعن کرنے والوں پر خفا ہوتے تھے کہ رنگِ آپ کا سرخ ہو جاتا تھا اور فرماتے تھے کہ بدون تقلیدِ مذہب ایک امام کے بنتی ہی نہیں اور آپ حنفی المذہب تھے"

توقیر الحق ص ۳ طبع لاہور

نواب صاحب کا یہ بھی بیان ہے وہ تارکینِ تقلید کو "صال و مضل فرماتے تھے"

توقیر الحق ص ۹

شاہ اسحق نے ۱۲۵۲ھ میں جو فتویٰ دیا اس میں بھی یہی الفاظ ہیں

"اتباع ایشاں (مذہب اربعہ) اتباع کتاب و سنت باید دانست ... کسے کہ حقیقت مذہب اربعہ نداند و انکار اتباع للشان کند ضال است"

تنہیہ الضالین ص ۳۶

تاری عبد الرحمن صاحب بھی لکھتے ہیں جناب مولینا اسحق صاحب و غلوں لاہندہوں کو صال و مضل فرماتے تھے
و کشف الحجاب

لیکن اس شدت جذبات کے باوصف آپ نے اس فرقہ کے رد کے سلسلے میں وہ طرز عمل اختیار فرمایا جو عین تدبیر اور ہوشمندی تھا، یعنی تنہا ان حضرات سے نبرد آزما اور برسرِ پیکار ہونے کے بجائے ایسے علماء کی تربیت کے لئے خود کو وقف کر دیا جو ہر محاذ پر ملک کے ہر گوشے میں زبان کے اور قلم سے ان منکرینِ تقلید کی تردید و تفلیط کر سکیں اور اس مقصد کے حصول کے لئے وہ مدرسہ رحیمیہ کی مندرس سے منظم ہو کر رہ گئے۔ تدریس حدیث اور طالبانِ علوم و دین کی تربیت فکر و نظر کے علاوہ انہوں نے دوسرے مشاغل حتیٰ کہ تصنیف و تالیف کی طرف بھی توجہ نہیں کی وہ برسوں ہمہ تن عالم سازی اور مصنف گری میں مصروف رہے۔

درس حدیث کے دوران تمام مناسب مواقع پر اختلافی مسائل میں ائمہ اربعہ خصوصاً الامام الاعظم کے مذاہب فقہی کی تائید کر کے منکرینِ تقلید کا رد فرمادیا کرتے تھے۔

”ہم نے دیکھا جناب مولینا محمد اسحق صاحب علیہ الرحمۃ کو وقت پڑھانے حدیث کے جہاں تعارض ہوا حدیث اور روایت فقہی میں اس وقت حدیث متمسکہ حنفیہ کی بیان فرما کر دفع تعارض کر دیا کہ پڑھنے والے کو لیکن ہو گئی اور سواطنی بہ نسبت مذہب (فقہی) کے نہ ہونے پائی بلکہ حقیقت مذہب اپنے کی دل میں خوب جم گئی شاہ اسحق کے اس کارخانہ عالم سازی اور مصنف گری کے ڈھالے ہوئے ہزاروں عالم دین حنف اور حامیانِ مذہب ابی حنیفہ میں سے ایک بزرگ مولینا حافظ قاری عبدالرحمن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

قاری صاحب ۱۲۲۲ھ/ ۱۸۰۶ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے والد قاری محمدی انصاری سے حاصل کی اس کے بعد دہلی پہنچے اور اپنے عہد کے فضلاء کے میکدوں پر ٹوٹ پڑے مولوی سید محمد حاجی قاسم مولینا رشید الدین خان اور مولینا مملوک اعلیٰ سے تحصیلِ علوم کی پھر درس حدیث کی تحصیل کے لئے اس دور میں حدیث کی سب سے بڑی نامور مرکزی درگاہ مدرسہ رحیمیہ میں داخلہ کا افتخار حاصل کیا اور وقت کے سب سے بڑے خادم العلوم حدیث شاہ محمد اسحق محدث دہلوی کے سامنے دایمان طلب دراز کیا اور کئی سال خدمت میں رہ کر افعال و اقوال

سرور کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اسرار و معارف سے بقدر ذوق و ظرف اپنا حصہ حاصل کی۔
ویسے بارہا اپنے والد کے ساتھ شاہ عبدالعزیز کے درس قرآن میں شرکت کی سعادت بھی حاصل کی
اور یوں ان کا سلسلہ شاہ اسحق کے واسطے سے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تک واسطوں
سے پہنچتا ہے۔

امردہ جاکر مولوی قاری امام الدین امروہوی سے قرآن و تجوید اور سلوک کی تعلیم و تربیت
حاصل کی۔

۱۲۵۸ھ (۱۸۴۱ء) میں جب شاہ اسحق نے متعدد دینی مصالح کی بناء پر دارالہرب سے ہجرت
کر کے عازم حرمین شریفین ہوئے تو دہلی باندھ نواب ذوالفقار الدولہ نے ان سے درخواست کی
تھی کہ اس طرف (باندھ) ہوتے ہوئے تشریف لے جائیں چنانچہ شاہ صاحب پہلے باندھ تشریف
لے گئے۔ وہاں نواب صاحب نے شاہ صاحب سے باندھ میں قیام کے لئے اپنے کسی محترم اور فاضل
شاگرد کو منتخب کرنے کی درخواست کی شاہ صاحب نے قاری صاحب کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ قاری صاحب
باندھ منتقل ہو گئے اور مسلسل ۱۶ سال وہاں تدریس خصوصاً تجوید کی تعلیم و تربیت میں مصروف رہے
باندھ ہی سے ۱۲۶۰ھ میں حج زیارت کے لئے گئے اور تقریباً ایک سال وہاں رہ کر شاہ اسحق
سے دوبارہ صاحبِ سنتہ کی سند حرم بیت اللہ میں حاصل کی۔

۱۲۷۳ھ / ۱۸۵۷ء میں باندھ سے پانی پت چلے آئے اور آخر عمر تک وہیں درس و افادہ میں
مصروف رہے ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۴ء میں مولوی عبدالحی حسنی نے پانی پت پہنچ کر ان کی زیارت کی تھی اور
ان سے سند حدیث حاصل کی وہ لکھتے ہیں:

”مولینا عبدالرحمن صاحب بہت کبیر السن ہیں ان کو پانچ چھ سال سے نقرس کا
عارضہ ہے اور ایک سال سے نزول الماء بھی ہو گیا ہے.... مکان ان کا مسجد سے
متصل ہے، زنانه مکان کے بالاخانے پر رہتے ہیں.... بہت خلوت پسند اور داکم
صائم ہیں۔“

آج کل مولینا باوجود کبر سن اور عذر شدید کے تین سبق پڑھاتے ہیں، دو سبق

توقرة سبعہ کے ایک عورتوں کو اور ایک مردوں کو اور ایک سبق موطا کا

— اسی کتاب کے حاشیہ میں مولانا سید سلیمان ندوی تحریر فرماتے ہیں علیہ
قاری عبدالرحمن پانی پتی کے نام سے مشہور ہیں شاہ محمد اسحق صاحب کے شاگرد
اس زمانے کے بہت سے علماء نے آپ سے حدیث پڑھی اور قرأت سیکھی۔

— مولوی سید عبدالحی نزہتہ الخواطر میں قاری صاحب کے تعلق لکھتے ہیں علیہ
نہ ان افضل عصره في الفقه واعرفهم بطريقه... كان درعا ثقيفا نقيضا
فصيحا مستخيرا للفروع للمذهب مع الحزمة التامة بالفقه والاصول صار
جميع اوقاتة بخدمت القرآن والحديث ثم نفعه لاهل العلم ما من عالم من

علما الحنفية في عصره الا اخذ عنه

شاہ ولی اللہ نے درس قرآن کریم کا مبارک سلسلہ شروع کیا تھا جسے ان کے بعد شاہ عبدالعزیز
اور ان کے بعد شاہ اسحق نے التزام کے ساتھ جاری رکھا۔ شاہ اسحق کے بعد ان کے جانے کن کن تلامذہ
نے یہ جاری رکھا ہوگا مگر مورخ کی کم لگا ہی نے ان کے ذکر خیر کو نظر انداز کر دیا۔ ہر حال شاہ اسحاق
کے دو عزیز و سید شاگردوں مولینا ذاب قطب الدین خاں اور قاری عبدالرحمن پانی پتی نے درس قرآن
کا التزام رکھا۔ مولینا الطاف حسین حالی نے جو قاری صاحب کے صد تلامذہ میں سے ایک تھے
اور جنہوں نے قاری صاحب کی ایک مختصر سوانح عمری بھی تحریر فرمائی ایک بڑی ضرورت پوری کر دی ہے
لکھتے ہیں کہ شاہ اسحق صاحب درس قرآن ہر جمعہ کو دیا کرتے تھے قاری صاحب بھی تقریباً پچاس برس
ہر جمعہ کو درس قرآن دیتے رہے اپنی وفات سے تین چار ہفتے پہلے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

قاری صاحب کے اختلاف میں ان کے فرزند مولوی عبدالسلام کا ذکر صاحب نزہتہ الخواطر نے
اپنے سفرنامہ اطراف دہلی میں کیا ہے علیہ

قاری صاحب کا شمار تلامذہ کا شمار سہل و ممکن نہیں الحمد للہ ہمارے بے نفس اسلاف کرام

علیہ ایضاً ص ۷۹ سے نزہتہ الخواطر الجزء الثامن ص ۲۴۵ ص ۲۴۶ مثلاً میری جدہ مکرہ کے

ناما مولینا علی احمد محدث بہاری نے جو شاہ اسحق کے تلمیذ سعید اور میاں ندیر حسین کے ہم سن اور دوست
بھی تھے ٹوبہ میں یہ سلسلہ جاری رکھا تھا علیہ

زہد و عتق کی شکل دینا جانتے تھے نہ ان کے یہاں مستفیدین کے نام رجسٹر کرائے جاتے تھے بہر حال قاری صاحب نے ۱۶ سال باندھ میں اور تقریباً ۲۰ سال پانی پت میں ۵۶ سال مسلسل درس دیا اس عرصہ میں اندازہ ہی کیا جاسکتا ہے کہ صد ہا علما نے ان سے علوم و معارف ہندی حاصل کئے ہوں گے مولوی سید عبدالحی تو یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ ان کے دور میں ہر حنفی عالم نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ علماء اخلافت میں ان کا کوئی معاصر شاید کثرت افادہ اور کثرت تلامذہ میں ان کا سہیم و مثل نہیں تھا۔

زندگی بھر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سامعہ نوازیوں سے مجاس درس کو آباد رکھنے والا آخر ایک دن "اولیٰ" سے "آخرہ" کی طرف رحلت کر گیا، ۹۰ سال عمر پائی، تاریخ وفات ۲ ربیع الثانی

۱۳۱۲ھ / ۶۱۸۹۶ء -

آپ کے صرف تین رسائل کا سراغ مل سکا ہے۔

۱: تحفہ نذیریہ، مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۳ھ (۶۱۸۶۶ء)

۲: محو الفساد فی تلفظ الضاد، ضخامت ۸۴ صفحات

۳: کشف الحجاب، مطبع بہار کشمیر لکھنؤ ۱۲۹۸ھ (۶۱۸۸۲ء)

قاری صاحب کو شاہ اسحق کے تلامذہ میں نمایاں مقام حاصل تھا انہیں عمر طویل اور استقلال و ثبات کی صفات بھی ارزانی ہوئی تھیں وہ تقریباً ساڑھے سال اپنے شیخ کے افکار کی ترویج و اشاعت اور ان کے مسلک کی تائید و حمایت میں بہت بے انتہا تھے ساتھ ہی وہ منکرین تقلید کے رد و ابطال سے بھی غافل نہیں رہے اس سلسلے میں انہوں نے جو کام کیا اس کے کئی عنوان ہیں۔

● منکرین تقلید مسلسل یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہے کہ شاہ اسحق بھی مجرمین تقلید میں سے تھے اور اس طرح انہوں نے پورے دلی الشی خان وادے پر ہی ہاتھ صاف کیا تھا۔

● دوسری غلط بات وہ یہ باور کراتے رہے کہ میاں نذیر حسین (ترک تقلید کے داعیوں میں شاہ اسماعیل کے بعد جن کا درجہ ہے) شاہ اسحق کے شاگرد اور خلیفہ تھے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ شاہ عبدالعزیز تقلید و عدم تقلید کے سلسلے میں واضح اور دو ٹوک نقطہ نظر رکھتے تھے وہ بلا خلاف حنفی تھے اور انہوں نے اگرچہ ادباً وضاحت نہیں کی مگر نام لے بغیر

اپنے والد ماجد کے نظریات کا رد تک لکھا تھا۔ یہی مسلک ان کے برادر زادوں شاہ مخصوص اللہ شاہ محمد موسیٰ کا تھا۔ یہی مسلک ان کے نواسوں شاہ محمد اسحق اور شاہ محمد یعقوب کا تھا اور شاہ محمد اسحق کی دوسری صفات و اخلاق کے عدادہ ان کی حقیقت راسخہ بھی ان کے انتخاب خلافت کا باعث ہوئی تھی مگر شاہ اسحق و شاہ یعقوب جب دیار نبی ہجرت کر گئے اور ۱۸۶۱ء میں شاہ مخصوص اللہ اور ۱۸۵۷ء میں شاہ محمد موسیٰ انتقال فرما گئے۔ مدرسہ رحیمیہ خالی ہو گیا تو ان حضرات نے موقع کو غنیمت جان کر جو غلط باتیں ان بزرگوں کے متعلق مشہور کیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شاہ اسحق دہائی تھے۔

حالانکہ میاں نذیر حسین کا محض ادعا ہے دوسرے اس ادعا میں بھی ان کو انفراد حاصل ہے کوئی دوسرا ان کا ہم نوا اور ہم زبان نہیں۔ قاری صاحب نے اس قول کے ابطال اور اس اتہام کو دفع کرنے کی بھی کوشش کی بلکہ یہ انکشاف بھی کیا کہ میاں نذیر حسین مولوی حفیظ اللہ خاں اور مولوی عبدالقادر بناری شاہ اسحق کی حقیقت راسخہ و کاملہ کے پیش نظر خود کو بھی حنفی ظاہر کرتے تھے اور احناف کی تائید و حمایت میں جوش کا اظہار کرتے تھے۔

میاں نذیر حسین اپنی تحریک کی مقبولیت کی خاطر اور دہلی کے مسلمانوں میں اپنی ساکھ قائم کرنے کے لئے شاہ اسحق سے تلمذ کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور اسی انتساب و تلمذ کے سہارے شاہ صاحب کی خلافت و جانشینی کا دعویٰ بھی کرتے تھے اور خود کو میاں صاحب کہلانے لگے تھے جو کہ دہلی میں صرف شاہ ذواللہ کے خاندان کے ساتھ مختص تھا۔ میاں صاحب حقیقت میں مولوی عبدالحق کے شاگرد تھے اور شاہ اسحق کے دربار میں ایک شاگرد کے شاگرد کی حیثیت سے حاضری دیتے رہتے تھے اور اس دور کے سب لوگ انہیں اسی حیثیت سے جانتے تھے، اس لئے میاں نذیر حسین کو مدت تک یہ جرات نہیں ہوئی کہ وہ خود کو شاہ اسحق کا شاگرد ظاہر کریں۔ اور اس نسبت کو حصول مقاصد کا ذریعہ بنائیں بالآخر ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۶ء میں یعنی جب شاہ اسحق کو دہلی سے ہجرت کر کے ۳۴ سال ہو گئے تھے اور اکثر

علمی الحیات بعد المماتہ مد۵۸۶ھ (یہ بھی ملحوظ رہے کہ میاں صاحب نے یہ دعویٰ ۱۸۷۶ء میں کرتا

شروع کیا جب کہ شاہ اسحق کی ہجرت کو ۳۴ سال اور ان کے وصال کو ۳۱ سال بیت چکے تھے اور ولی الہی خاندان کے تمام اہل علم ختم ہو چکے تھے اور ایک نسل ختم ہو چکی تھی۔) ۵۸۶ھ کشف الحجاب ص ۱

تلاذہ ہی وصال فرما چکے تھے اور ایک پوری نسل ختم ہو چکی تھی، میاں صاحب نے یہ دعویٰ کر دیا مگر خوش قسمتی سے اس وقت شاہ اسحق کے جانشین اور مولینا نواب قطب الدین خان اور قاری عبدالرحمن پانی پتی بقیہ حیات تھے۔ ان دونوں حضرات نے بر محل میاں صاحب کو ٹوکا اور ان کے تلمذ کا انکار کیا ان حضرات کے انکار کی اہمیت اس لئے بھی ہے کہ میاں صاحب ان دونوں کا اپنا شریک رس بتاتے تھے۔

کشف الحجاب میں قاری صاحب لکھتے ہیں کہ :

سید نذیر حسین صاحب نے کس روز میاں صاحب (شاہ اسحق) سے پڑھ لے فقط ہجرتِ ایام میں بطرح اغوائے خلق کے ایک ایک حدیثِ اوائل چند کتب کی سنا کر ایک پرچہ لکھوا لیا، وعظ میں بھی کبھی جانا نصیب ہوا ہو، کبھی کبھی تعطیل میں مسئلہ پوچھنے کو جاتے تھے۔

اور میں ایام طالب علمی میں اپنے والد کے ساتھ جناب مولینا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کے وعظ میں جایا کرتا تھا۔ اور سوا وعظ کے بھی حاضر ہوتا تھا اور پھر زمانہ مولینا اسحق میں بھی اکثر حاضر رہا کبھی ان لوگوں کو پڑھتے نہیں دیکھا بلکہ ایک مرتبہ قطب الدین خاں صاحب نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب اپنے تئیں میاں صاحب کا شاگرد بتاتے ہیں انہوں نے کس زمانے میں میاں صاحب سے پڑھا ہے میں نے جواب دیا کہ میں نے تو ان کو کبھی پڑھتے نہیں دیکھا۔

میاں نذیر حسین کی غلط باتوں اور باطل دعویوں کی تردید اور ان کے گمراہ کن نظریات و افکار کی تفلیط، تحریری طور پر ہی نہیں بلکہ خود میاں صاحب کو سوانح عمری سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری صاحب نے ان سے مناظرے بھی کئے ہیں۔

تذکرہ مولانا صاحب

مولانا الطاف حسین حالی کا ایک غیر مطبوعہ مضمون

(۱)

حضرت شاہ اسحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے مولانا قاری عبدالرحمن انصاری ایک بہت پایہ کے بزرگ گزرے ہیں۔ جن کا وطن پانی پت اور رہائش محلہ انصار میں تھی۔ حضرت شمس العلماء مولانا حالی نے انہی سے اپنے بچپن اور جوانی میں حدیث کا علم تحصیل کیا تھا، جب ۱۸۹۶ء میں حضرت قاری صاحب کی وفات ہو گئی تو مولانا کو اپنے لائق استاد کے انتقال کا نہایت مدہ ہوا۔ مرض الموت میں انہی کے پاس رہے اور خدمت کرتے رہے جس وقت انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا تو مولانا حالی الگ ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگے اور عرصہ تک بہت مغموم و محمل رہے، انہی ایام میں آپ نے اپنے قابلِ تکریم استاد کی عادات و خصائل پر ایک بڑا ہی بے قیاس و فروز مضمون لکھا، جو آج پہلی مرتبہ اس شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے، ارادہ تھا کہ اسے نئی سی کتاب کی صورت میں شائع کروں گا، جبھی مولانا حالی کے صاحبزادے سے اس کا دیباچہ بھی لکھوایا تھا۔ یہ مضمون نہ صرف یہ کہ مولانا حالی کے تبرکات میں سے ہے بلکہ بہت سبق آموز اور نصیحت خیز بھی ہے، میں نے اس مضمون کی عرصہ دراز تک تلاش و جستجو کی، مگر ہر جگہ سنا کامی ہوئی اور سہاگل کے بعد میں جب اُس کی طرف سے مایوس ہو چکا تھا تو اتفاقاً ایک روز حضرت مولانا کے ایک دوست حافظ محمد یعقوب صاحب مجددی مرحوم نے مجھ سے کہا کہ میرے پاس مولانا حالی کا ایک مضمون ہے اگر تم لینا چاہو تو قیمت طے کر لو، مجھے تو مولانا کے متعلق ہر بات کی فوہ رہتی ہی ہے، اچھل پڑا اور جواب دیا

"ضرور دکھلائیے جو آپ فرمائیں گے حاضر کردوں گا۔" مضمون انہوں نے دکھلایا تو یہی تھا جواب آپ کے سامنے ہے اور جسے تلاش کر کر کے میں تھک گیا تھا قیمت کا معاملہ کیا طے ہونا تھا جو رقم حافظ صاحب مرحوم نے مانگی 'بلا چون و چرا' میں نے ادا کر دی اور مضمون لے لیا۔

بعد ازاں حضرت مولانا کے فرزند ارجمند مخدومی سجاد حسین صاحب مرحوم سے اس کا دیباچہ لکھنے کے لئے عرض کیا 'انہوں نے میری عرضداشت قبول فرمائی اور ایک مختصر سا دیباچہ تحریر فرمادیا۔ افسوس ہے کہ یہ مضمون میں خواجہ صاحب کی زندگی میں شائع نہ کر سکا۔ اور عرصہ دراز کے بعد آج میکر می کی نقوش کی مہربانی کی بدولت اسے شائع کرنے کی نوبت آئی ہے۔ امید ہے کہ ناظرین مولانا حالی کے اس تبرک سے محفوظ ہوں گے

خاکسار محمد اسماعیل پانی پتی

(۲)

یہ مضمون جس کو شیخ محمد اسماعیل صاحب چھپوا کر شائع کر رہے ہیں 'والد مرحوم' (مولوی الطاف حسین حالی) نے اپنے استاد اور اپنے وطن کے قابل فخر بزرگ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے چند روز کے بعد ۱۸۹۶ء میں لکھا تھا۔ شیخ محمد اسماعیل صاحب نے اس مضمون کی ایک نقل کوشش اور کچھ دوپہ خرچ کر کے مولانا مرحوم کے ایک دوست سے حاصل کی ہے اور اس کو شائع کرنے سے ان کا مقصد یہ ہے کہ مضمون کے ساتھ اسلامی دنیا کے ایک مشہور بزرگ کے حالات بھی محفوظ ہو جائیں جو پڑھنے والوں کے لئے سبق آموز اور ان کے دلوں میں اسلامی تعلیم کی وقعت پیدا کرنے والے ہیں۔

یہ بات کہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب کس پایہ کے عالم اور بزرگ تھے اور یہ کہ مضمون نگار کے دل میں اپنے بزرگ استاد کی کس قدر عزت اور محبت تھی ذیل کے مضمون کے مطالعہ سے بخوبی معلوم ہو گی۔

میں شیخ محمد اسماعیل صاحب کا خاص کر اس وجہ سے شکر گزار ہوں کہ مطبوعہ مضامین حالی میں یہ مضمون پہلے نہیں چھپا اور اگر ان کو اس کا خیال نہ آتا تو ممکن تھا کہ وہ کچھ عرصہ بعد تلف ہو جاتا

اور مسلمانوں کی آئندہ نسلیں ایک ایسے بزرگ کے حالات سے بے خبر رہیں جو اس اخیر زمانہ میں سلف
صالحین کا نمونہ تھے۔ خدا تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر دے اور سب مسلمانوں کو حضرت قاری
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی سے عبرت اور سبق حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خاکسار

سجاد حسین عفی اللہ عنہ

خلف خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم و مغفور

از پانی پت، محلہ افغاناں



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَمِنْ ذُرِّيَّتِكَ ابْنُ عَلِيٍّ الْإِسْلَامُ مِنْ مَوْتِ أَهْلِ الشَّهِ وَالْعَمَاءِ الدِّينِ

(یعنی اسلام پر کوئی مصیبت اصل اللہ اور علماء دین کی موت سے زیادہ بڑی نہیں)

افسوس! ہزار افسوس اور صد ہزار افسوس!!! کہ قدوۃ العلماء و بقیۃ السلف الصالحین حاجی قاری
مولوی عبدالرحمن صاحب انصاری رئیس پانی پت نے تاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۴ ہجری یوم دو شنبہ
شام کے تین بجے بعارضۃ تپ و یچیش آٹھ سات دن بیمار رہ کر کچھ کم فوتے برس کی عمر میں دنیا سے رحلت
فرمائی اور رات کے دس بجے امیر مودود دلا ری قدس سرہ کے مزار کے قریب بڑوالے کیمیت میں دفن
کئے گئے۔ باوجود یہ کہ رات کا وقت تھا اور چھینڑ و کفین میں نہایت عجلت کی گئی تھی جس کی وجہ سے
دیہات میں خبر نہ پہنچ سکی، پھر بھی قریب پانچ ہزار آدمی کے جنازہ کی نماز میں موجود تھا اور سینکڑوں
مرد اور عورتیں دعا میں مار مار کر روتے تھے چاروں طرفوں کے رئیس، اہل حرفہ، کاشتکار اور سوداگر
جنازہ کی مشایعت میں شریک تھے۔

مولانا مغفور قاری محمدی صاحب کے خلف الصدق اور قاری قادی بخش صاحب اور قاری

احمدی صاحب کے جو قلعہ دہلی میں اکثر سلاطین اور خاص کر بادشاہ کی اولاد کے استاد تھے (حقیقی بھتیجے تھے) ان کے والد اور دونوں چچاؤں نے جناب قاری مصلح الدین صاحب پانی پتی سے جن کے صاحبزاد قاری لالہ صاحب تمام ہندوستان میں مشہور تھے تجوید اور قرآن سیکھی اور انہیں کے خاندان کی بدلت پانی پت دہلی اور مصافات دہلی میں فن تجوید شائع ہوا۔ حفاظ و قرا کی تعداد ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ گئی خصوصاً مولانا مرحوم نے جس قدر قرآن مجید کی خدمت دس برس کی عمر سے اخیر عمر تک کی وہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

مولانا نے قرآن اور کسی قدر صرف و نحو اور قرأت دلی میں اپنے والد ماجد سے (جبکہ وہ بخشی محمود خاں کے ہاں سے متعلق تھے) پڑھی تھی اور وہ اپنے والد کے ساتھ شاہ عبدالعزیز صاحب کے وعظ میں جایا کرتے تھے جب والد کا انتقال دلی میں ہو گیا تو مولوی سید محمد صاحب حاجی قاسم صاحب مولوی رشید الدین خان صاحب سے کسی قدر کتب درس قدیمہ اور زیادہ تر مولانا مملوک علی صاحب سے پڑھیں اور صحاح ستہ کی سند جناب مولانا شاہ محمد اسحق صاحب سے من اؤلہ الی اخیرہ حاصل کی اور ان کے ہاتھ معیت طریقت کی اور امر وہ میں جا کر قاری امام الدین صاحب سے علم قرأت اور علم تصوف کا اکتساب کیا۔

طالب علمی کے زمانے میں جوان ہماک اور استغراق ان کو تحصیل علم میں رہتا تھا اس کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ ان کے عزیز اور ہم عمر دوست جو اس زمانہ میں دلی ان سے ملنے جاتے تھے وہ ان سے سلام علیکم یا سرسری مزاج پرسی کے بعد صاف کہہ دیتے تھے کہ "اس سے زیادہ فرصت ملنے یا بات چیت کرنے کی نہیں ہے" جب خدا بامر دلوائے گا اُس وقت ملیں گے" طالب علمی کے زمانے میں جو سختیاں اور محن و مشاق انہوں نے اٹھائی ہیں ان پر اس زمانہ میں یقین آنا مشکل ہے۔

۱۲۵۸ھ میں جب حضرت شاہ محمد اسحق صاحب ہجرت کے ارادے سے حرمین شریفین کو جانے لگے اس وقت مولانا مرحوم بھی ان کے ہمراہ تھے چونکہ مرحوم ذوالفقار بہادر نواب باندہ نے شاہ صاحب سے درخواست کی تھی کہ حرمین کو اس طرف سے تشریف لے جائیں اس لئے شاہ صاحب اول باندہ تشریف لے گئے اور مولانا مرحوم کو نواب ذوالفقار بہادر کے پاس باندہ میں چھوڑ گئے تھے تقریباً سولہ برس مولانا صاحب باندہ میں رہے اور اس عرصہ میں تمام علوم عقلیہ و نقلیہ کی درس و تدریس کرتے رہے شاہ صاحب

کے تشریف لے جانے کے دو سال بعد حج کو جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں جا کر بعد حج کے کچھ کم ایک سال ہے پھر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر رہے اور صحاح کی سند و بارہ حرم محترم خاص خطیم میں بیٹھ کر حاصل کی جب شاہ صاحب حرمین کو روانہ ہوئے تو قرآن مجید کا درس جو وہ ہر جمعہ کو فرمایا کرتے تھے اس میں تقریباً

نصف قرآن شریف کا درس باقی رہ گیا تھا۔ مولانا مرحوم نے باجائز شاہ صاحب باندھ میں باقی سیپاروں کا درس ختم کیا اور اس کے بعد ابتداء سے قرآن کا درس دینا شروع کیا اور تقریباً چار برس برابر ہر جمعہ کو ان کا درس ہوتا رہا۔ خاص خاص حالتوں کے سوا کبھی کوئی جمعہ ناغہ نہیں ہوا۔ یہ قرآن بھی منقریب ختم ہونے والا تھا صرف کسی قدر تیسواں پارہ باقی رہ گیا تھا کہ مولانا کے کوچ کا وقت آن پہنچا۔

چند سال سے مولانا مرحوم کی دونوں آنکھوں میں پانی اتر آیا تھا انہوں نے زیادہ تر اسی خیال سے کہ قرآن مجید کا درس ختم ہو جائے منظر نگہ جا کر ایک آنکھ بڑائی مگر اس سے اچھی طرح کارروائی نہیں ہوئی۔ اس لئے ارادہ تھا کہ دوسری آنکھ بھی بڑائیں مگر چونکہ اجل مسمیٰ کا وقت ملنے والا نہ تھا یہ آرزو پوری نہ ہوئی۔

مولانا ممدوح کے فضائل و کمالات اور اعلیٰ اخلاق اور نچتہ خصائل بیان کرنے کے لئے ایک جدا کتاب دیکار ہے مختصر یہ کہ جو خصوصیات علمی و عملی مولانا مرحوم میں پائی جاتی تھیں۔ ان کے لحاظ سے ان کا نظریہ دور دور نظر نہیں آتا۔ ان کی تمام مگر کتب درسیہ کی تدریس میں گزری تھی ایک ایک کتاب کو میں ہیں۔ تیس تیس دفعہ اول سے آخر تک پڑھایا۔ اس سبب سے تمام کتابیں ایسی منجھ گئی تھیں کہ مشکل سے مشکل کتاب بلا تردد اور بغیر مطالعہ کے نہایت عمدگی سے پڑھاتے تھے صحاح ستہ کو جس محدثانہ احتیاط اور ادب و تعظیم کے ساتھ وہ پڑھاتے تھے اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی گئی۔

علم قرآنہ جس میں قرآن سبعہ اور ان کے روایوں کے اختلافات اور نیز قرأت غیر متواتر و شاذہ کا بیان ہے اس میں مولانا مرحوم تمام ہندوستان میں اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور چونکہ اس فن کو ان سے بہت ہی کم لوگوں نے حاصل کیا تھا اس لئے اخیر عمر میں ان کی دلی خواہش یہ تھی کہ لوگ ان سے اس فن کو حاصل کریں اور لوگوں کی اس طرف سے بے توجہی دیکھ کر خوف کیا کرتے تھے کہ مبادا یہ علم اس ملک سے ناپید ہو جائے۔

ان کی تمام مگر کتب درسیہ اور صحاح ستہ کے درس و تدریس میں گزری تھی مگر اب ان کو

کوئی مشغلہ قرآن مجید کی تلاوت اور قرآن علم قرأت اور علم تجوید کی تعلیم سے زیادہ عزیز اور مرغوب نہ تھا باوجودیکہ کئی برس سے قوی میں نہایت اضحلال پیدا ہو گیا تھا۔ سماعت بہت کم ہو گئی تھی اور بیانی بالکل نہ رہی تھی مگر ہمیشہ بیس پچیس سبق قرآن مجید کے مردوں اور قوم کی عورتوں کو پڑھاتے تھے سخت سے سخت مرض اور تکلیف میں بھی رمضان شریف کے روزے اور ایک قرآن تراویح میں سننا بھی ترک نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ گزشتہ رمضان شریف میں باوجود کمال ضعف و ناتوانی کے سارا قرآن شریف تراویح میں سنایا اور تمام رمضان شریف کے روزے رکھے۔

نماز سے جس کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قَسْرَۃٌ عَلَیَّ فِی الصَّلٰوۃِ فرمایا ہے انہوں نے عجیب طرح کا تعلق پیدا کیا تھا کہ نماز کا وقت ہوتے ہی وہ بے چین ہو جاتے تھے اور جب تک نماز اول وقت ادا نہ کر لیتے تھے دنیا و مافیہا سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔ قرآن مجید جس کی تلاوت اور خدمت اور تعلیم میں تقریباً اسی برس گزرے تھے گویا ان کی رگ و پی میں سرایت کر گیا تھا اس میں سرسومیا وغیرہ نہیں کہ اگر بالفرض وہ تمام قرآن سوتے سوتے ختم کر دیتے تو ان کو ایک جگہ بھی متشابہ نہ لگتا۔ اور ایک حرف بھی قواعد تجوید و ترتیل کے خلاف ان کے منہ سے نہ نکلتا۔

وہ قرآن کے الفاظ و حروف کو بقصد و ردیت خارج سے نہیں نکالتے تھے بلکہ تمام حروف کو اپنے خارج سے ادا کرنا ان کا سلیقہ اور طبیعت بن گیا تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ مکہ معظمہ کی اقامت کے زمانہ میں جب اور ضروری کاموں سے فرصت ہوتی تھی تو میں جہاں کہیں عربوں کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کھیلتے دیکھتا وہاں جا کھڑا ہوتا اور ان کے لب و لہجہ پر غور کرتا اور جہاں تک ہو سکتا تھا اسی طرح حروف و الفاظ کے ادا کرنے کی کوشش کرتا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی نسبت جو حدیث میں 'اَخَفَ وَ اَتَمَّ' کا لفظ وارد ہوا ہے اس کے معنی مولانا مرحوم کی نماز اور تلاوت قرآن کا ڈھنگ دیکھ کر بالکل ذہن نشین ہو جاتے تھے وہ قرآن مجید بہت جلد پڑھتے تھے مگر کیا امکان ہے کہ تجوید و ترتیل کے خلاف ایک حرف زبان سے نکلے۔

انہوں نے تمام قراتوں میں سے امام نافع کی وہ روایت جو ان کے شاگرد و امام قاتلون کے

توسط سے پہنچی ہے اختیار کر لی تھی۔ آخر دم تک اسی روایت کے موافق قرآن مجید پڑھایا۔ چونکہ اس روایت میں مدد و شد بہت کم ہے اور مولانا مرحوم کی شوق و مہارت منہائے کمال کو پہنچ گئی تھی اس لئے باوجود نہایت تیز پڑھنے کے تجوید و ترتیل میں سرمو فرق نہ آتا تھا۔

ان کے وعظ کہنے کا طریقہ تمام داعیین کے طریقہ کے بالکل خلاف تھا ان کا وعظ درحقیقت درس ہوتا تھا جس میں لغو داستانیں اور فضول قصے کہانیاں بالکل نہ ہوتی تھیں اور کوئی بات خارج از آہنگ معرض بیان میں نہ آتی تھی۔ اول قرآن کی آیت کے صاف اور سیدھے معنی بیان کرتے تھے پھر اس کی ترکیب کا حال اور نہایت ضروری تفسیر اور مسائل فقیہہ جو آئمہ مجتہدین نے اس سے استنباط کئے ہوں یا کوئی ضروری اور مفید بحث جو فی الواقع قرآن کے معانی و الفاظ سے تعلق رکھتی ہو بیان کرتے تھے اس لئے ان کے وعظ سے سامعین کو بے انتہا فائدہ ہوتا تھا اور نہایت مفید کام کی باتیں اور مسائل لوگوں کو معلوم ہوتے تھے۔

مذکورہ بالا اوصاف کے علاوہ مولانا مرحوم میں وہ اعلیٰ درجہ کی صفات بھی تھیں جو بڑے بڑے مقدس علماء و مشائخ میں بھی نہیں دیکھی جاتیں۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ یَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ كُوفَةً لَا يَمُومُ جو کچھ ان کے دل میں تھا وہی زبان پر تھا۔ جس بات میں خدا اور رسول کی مرضی دیکھی گو سارا زندہ اس کے برخلاف ہو ان کو اس بات کے کرنے میں کچھ باک نہ تھا اور جس امر کو حکم الہی کے خلاف سمجھا گو کہ ساری برادری اور کنبہ اس کو اچھا جانے وہ ہمیشہ اس کے مخالف ہے اور جہاں تک ممکن ہو اس کے مٹانے میں کوشش کی۔

انہوں نے شادی و غمی کا تمام بیہودہ رسمیں یک قلم اپنے ہاں سے موقوف کر دیں بلکہ بعض لغویات تمام برادری اور کنبے سے موقوف کر دیں مگر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ بَدَأَ الْإِسْلَامَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ غَرِيبًا فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ۔ ان کی ہدایتوں اور نصیحتوں پر زیادہ تر عمل کرنے والے اور ان کا حکم بجالانے والے غریب اہل حرفہ کاشتکار اور دوکاندار لوگ تھے جو ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر رہتے آٹھویں روز ان کی مجلس وعظ میں شریک ہوتے اور برسوں دن میں ان کا قرآن سنتے تھے۔ ان لوگوں نے صد ہا رسوم و بدعات صرف مولانا مرحوم

کی ہدایت سے ہمیشہ کے لئے ترک کر دیں۔
وہ صرف زبانی نصیحتوں پر ہی اکتفا نہ کرتے تھے بلکہ ہمیشہ ترک رسوم بدعات اور ایسے
سنن میں خود نمونہ بن کر لوگوں کو اس کی طرف مائل کرتے تھے۔

مولانا مرحوم شخص تعلق اور نمود کی باتوں سے نہایت نفرت کرتے تھے معاملات میں
ایسے صاف اور کھرے آدمی دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں، البیٹ اور لیت و لعل ان کے مزاج و مطلق
نہ تھی، نہ اپنا حق کسی کے پاس چھوڑتے تھے اور نہ دوسروں کے حق میں دست اندازی کرنا چاہتے تھے
آج کا حساب کل پر اور کل کا حساب پر کبھی نہ رکھتے تھے، انتظام، تدبیر، منزل، اوقات کی پابندی کاموں
کی ترتیب، مستعدی و استقلال ان کی خاص صفات تھیں، ان کی جزیسی اور کفایت شعاری بالکل
منشوی معنوی کے اس شعر کے مصداق تھی۔

اے بامساک کز انفاق بہ

مال حق راجز براہ حق مردہ

اگرچہ وہ فرائض و واجبات و سنن کے سوا نوافل و ادوار و وظائف کے زیادہ پابند نہ تھے
مگر جس قدر نوافل یا اذکار کا انہوں نے التزام کر لیا تھا۔ ان میں نغوائے احبب الاعمال
آدو مہما کبھی فرق نہ آتا تھا۔

قبضہ پانی پت میں جو اولاد حضرت ابویوب انصاری صاحب الرجل اور ثانیہ شیخ الاسلام
خواجہ عبداللہ پیرہات کی چھ سو برس سے آباد ہے۔ مولانا بھی اسی قوم کے ایک کن تھے اس قوم میں
سنی اور شیعہ دونوں مذاہب کے آدمی شامل ہیں مولانا مرحوم کو اپنی قوم کے بچوں جو انول و ربوڑھوں
سے ایسی محبت تھی کہ ان کو دیکھ کر باغ باغ ہو جاتے تھے۔ باوجودیکہ ان کی قوم کے آدمی نسبت
اور قوموں کے ان کے فیض صحبت سے بہت کم مستفیض ہوتے تھے اور ان کی خدمت میں کم حاضر ہوتے
تھے۔ بایں ہمہ جب کوئی شخص اپنی قوم کا مل جاتا تھا تو اس سے نہایت مہربانی اور عنایت اور محبت کے
ساتھ ملتے تھے اور ہمیشہ دل سے اپنی قوم کی خیر خواہی کا خیال رکھتے تھے۔

محلہ کی مسجد جس میں مولانا مرحوم نماز پڑھا کرتے تھے اس کی مرمت کے لئے روپیہ کی ضرورت
تھی جو انصاریوں کے سوا کسی سے انہوں نے طلب نہیں کیا، البتہ اگر کسی نے غیر قوم کے لوگوں میں سے

لے۔ یہ مسجد بڑوالی مسجد کے نام سے مشہور تھی (اسمعیل)

اپنی خوشی سے کچھ دیا تو اس سے انکار بھی نہیں کیا اور جو کچھ کمی رہی وہ اپنے پاس سے پوری کر دی۔
غیر قوم کے لوگوں سے انہوں نے صرف اس خیال سے نہیں طلب کیا کہ محلہ کی مسجد کو خود نہ بنانے اور
غیر قوم سے مدد لینے میں ان کی اپنی قوم کو دھبہ لگے گا مسجد کے برابر ایک مکان نواب امان اللہ
خان مرحوم انصاری کا تھا اس کو ان سے مانگ کر مسجد میں شامل کر لیا اور اس طرح مسجد کو خالص
انصاریوں کی امداد سے تیار کرایا۔ یہ بظاہر ایک ادنیٰ بات معلوم ہوتی ہے مگر یہی وہ چیز ہے جس
کے نہ ہونے سے روز بروز مسلمانوں کی تمام جماعتیں پر اگندہ اور کمزور ضعیف ہوتی جاتی ہیں۔
مولانا مرحوم کی سیدھی سادی اور بے تکلف وضع کو دیکھ کر ایک اجنبی آدمی اُن کو
اَحَدُ مِنَ النَّاسِ سمجھتا تھا مگر ہندوستان کے تمام اطراف و جوانب میں ان کے معتقدین
و مستشرقین گنتی اور شمار سے خارج تھے۔ ملک کے ہر حصے سے صدہا استفتاء اُن کے پاس
آتا تھا اور سینکڑوں آدمی بیعت کے لئے اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ وہ بظاہر
مولویت کے لباس میں تھے مگر درحقیقت بہت بڑے شیخ تھے اور وہ جو کسی بزرگ کا قول ہے
کہ قطبِ وقت کو پہاڑوں، جنگلوں اور دیوانوں کی تنہائی اور عزلت میں نہ ڈھونڈو بلکہ بازاروں
میں بال بچوں میں، خرید و فروخت میں اور تمام دنیا داری کے تعلقات میں تلاش کرو سو یہ
قول مولانا مرحوم کی شان میں پورا پورا صادق آتا تھا۔ اُن کے نزدیک ترک و تجرید کا نام
فقر و درویشی نہ تھا بلکہ دنیا کو مزرعہ آخرت سمجھنا اور تمام دنیا کے معاملات حکم خدا اور رسول
کے موافق طے کرنا اور بے ہم و باہم رہنا اسی کو درویشی سمجھتے تھے۔ اُن کا حال اس شعر کا
مصدق تھا۔

پاک ہیں آلاشوں میں بندشوں میں بے لگاؤ

رہتے ہیں دنیا میں سب کے دریاں سب سے الگ

اگرچہ اخیر عمر میں بسبب ضعف و ناتوانی کے اوقات نماز کے سوا اور وقتوں میں
بہت کم باہر نکلتے تھے اور گھر میں ایک علیحدہ بالا خانے میں رہتے تھے مگر اپنی طاقت اور
قوت کے موافق اپنے تمام کام خود ہی سرانجام کرتے تھے۔

مولانا مرحوم دین کے معاملات میں اپنی رائے اور قیاس کو کبھی دخل نہ دیتے تھے بلکہ

جو کچھ شیوخ اور اساتذہ سے سنا تھا یا جس طریقہ پر ان کو چلتے دیکھا تھا یا جس طرح کتابوں میں پڑھا تھا۔ اُس سے سرموجاوز نہ کرتے تھے۔ تنہائی یا مجمع عام میں اگر کوئی ان سے کچھ مسئلہ پوچھتا تھا اور ان کو اس کا جواب سر درست معلوم نہ ہوتا تھا تو باوجود مرجع خلائق ہونے کے وہ صاف کہہ دیتے تھے کہ اس وقت مجھے معلوم نہیں۔ جب تک ان کو اپنے جواب پر نہایت اطمینان اور وثوق نہ ہوتا تھا کبھی زبان سے نہ نکالتے تھے۔

۶۱۸۵۷ء کے غدر میں وہ باندہ میں تھے۔ جہاں کے لوگ ان کے نہایت معتقد اور ان کے حکم بردار تھے تیس چالیس انگریز اور ان کے بچے اور میمیں باغیوں کے خوف سے ان کی پناہ میں آ گئیں۔ انہوں نے سب کو پناہ دی اور اپنے معتقدین کو حکم دیدیا کہ جہاں تک ہو سکے ان کی حفاظت کرو اور برابر ان کے کھانے پینے کی خبر لی۔ اور جنہوں نے جان کے خوف سے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا۔ ان کو قاعدہ کے موافق مسلمان کر لیا۔ چنانچہ وہ سب پناہ گیر مرحوم کے مدرسہ میں امن کے زمانہ تک رہے اور جب غدر رفع ہو گیا تو وہ بخیریت تمام اپنے اپنے ٹھکانے پر چلے گئے۔ ایک روز ان میں سے ایک شخص جو بہت بڑا افسر تھا اپنے اصلی لباس میں مولوی صاحب سے ملنے آیا۔ انہوں نے اسے مطلق نہ پہچانا چونکہ وہ شخص بھی مولانا مرحوم کے ہاتھ پر مسلمان ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کا نام بھی مسلمانوں کا سا ہی رکھ دیا تھا اس نے اپنا دی نام لیا کہ میں وہ شخص ہوں اس وقت مولانا نے پہچانا اس یورپین افسر نے کہا کہ آپ اپنے متعلقین کی طرف سے ایک درخواست لکھوا کر مجھ کو دیجئے کہ اتنے یورپین مردوں اور عورتوں اور بچوں نے ہمارے پناہ لی تھی اور آخر تک مولوی صاحب نے ان کو ہر ایک فتنہ اور حملہ سے بچایا۔ اس کے صلہ میں ہم کو سرکار سے جاگیر یا انعام ملنا چاہیے مولانا یہ سن کر مسکرائے اور فرمایا کہ میں نے اپنے منہ میں کے موافق اس وقت تمہاری حفاظت اور حمایت کرنا ضروری سمجھی تھی سو اس کے موافق عمل کرتا ہوں۔ کرنا میرا فرض تھا۔ میں یا میری اولاد ہرگز اس کا عوض تم سے یا سرکار سے نہیں چاہتی تم اس کا خیال نہ کرو۔ یہ سن کر وہ افسر نہایت ادب اور تعظیم سے مولوی صاحب کو سلام کر کے رخصت ہو گیا اور مولوی صاحب چند روز کے بعد پانی پت چلے آئے۔

مولانا مرحوم کے شاگردوں اور مستفیدوں اور مستر شدوں کی تعداد دائرہ حصر و احصاء

سے باہر ہے۔ یہاں تک کہ ان کے بعض جلیل القدر شاگرد عرب میں بھی موجود ہیں۔ ازاں جملہ مولوی حبیب الرحمن سندھی بنگالی نزیل مدینہ جو ایک مدت سے مدینہ طیبہ میں رہتے ہیں اور جن کا تمام ہدینہ کے علما و مشائخ ادب کرتے ہیں مولانا مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ان کا شیخ ہونے کی وجہ سے وہاں کے علما باوجود عدم ملاقات کے مولانا مرحوم کا نہایت ادب اور تعظیم کرتے ہیں نہایت افسوس ہے کہ پانی پت ایک ایسے بزرگ سے خالی ہو گیا جو نہ صرف اہل پانی پت کے لئے بلکہ تمام مسلمانوں کے لئے باعث فخر تھا اور جس کا مثل آئندہ زمانہ میں پیدا ہونا محالاتِ عادیہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔

فَمَا كَانَ قَبِيُّ هُلْكِهِ هَلَكًا وَاحِدًا

وَلَكِنَّهُ بَنِيَانٌ قَوْمٍ تَهْتَدُ مَا

یعنی قبس کا مرنا ایک آدمی کا مرنا نہ سمجھو بلکہ وہ قوم کی بنیاد تھی جو گر گئی۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ مولانا مرحوم نے انتقال سے تین چار ہفتے پہلے جامع مسجد میں جو درس فرمایا تھا اس میں زیادہ تر موت کے مسائل یعنی تجمیز و تکفین اور غسل میت وغیرہ تشریح کے ساتھ بیان فرمائے تھے، یہ گویا آخری وعظ تھا اس کے بعد پھر نوبت وعظ کی نہیں آئی۔

مولانا مرحوم کی ایک مستمرہ عادت یہ بھی تھی کہ اپنا درس ہمیشہ اس کلمہ پر ختم کرتے تھے "باقی میان الشاہد اللہ تعالیٰ آئندہ ہوگا" مگر اس آخری وعظ میں بجائے اس کے یہ فرمایا کہ "باقی بشرطِ زندگی آئندہ"

عزیزی حافظ اخلاق حسین سلمہ اللہ تعالیٰ برادرِ زادہ راقم نے جو کہ مولانا مرحوم کے شاگردوں اور متقدمین میں سے ہیں مولانا مرحوم کی تاریخ وفات قرآن مجید کے اس جملہ سے کہ تَلَكُمُ اَجْرٌ عَظِيمٌ نکالی ہے جس کو الہام کہنا چاہیے۔ ہمارے نزدیک یہ جملہ مبارک ضرور بالفور مولانا مرحوم کی قبر پر کندہ کرانا چاہیے۔

راحمہ سر شہید
مولانا مرحوم الطحطاوی

الْبُحْرَانُ فِي شِدَّةِ النَّارِ
اتَّبِعُوا الْأَعْظَمَ شِدَّةً

از کوزه افغانی مولانا قاری محمد عبد الرحمن صاحب فی تہ نصاریٰ فی فیض

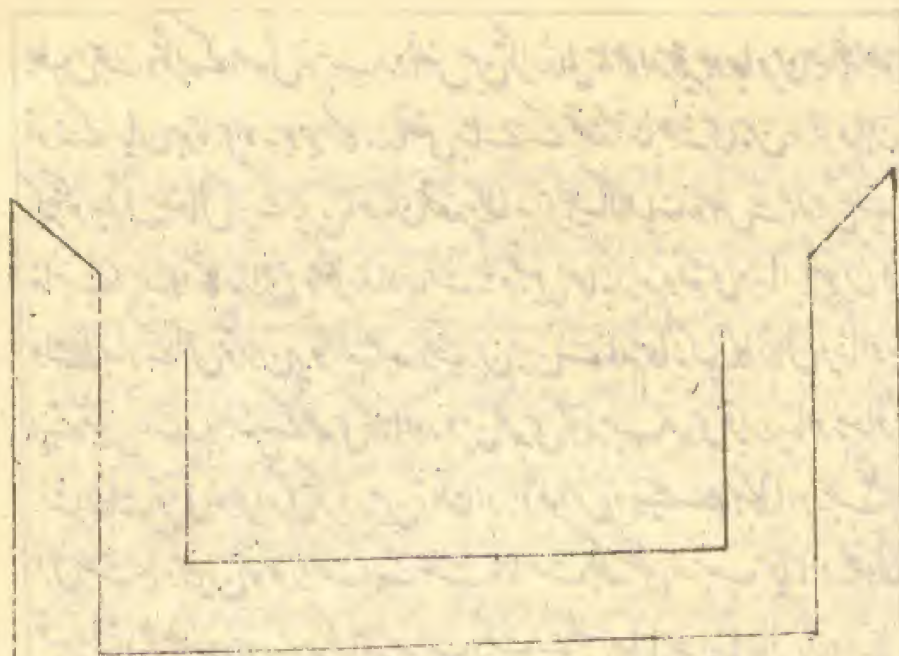
سید زکریا علی



۱۳۹۸

حسب فراش صنف موصوف الصدر و ام فیضه مطلق الہلال البیضاء

مطبع بکاشیہ رفیع لکھنؤ طبع



بسم الله الرحمن الرحيم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ
 اما بعض شخصوں سے متفقہ کیا کہ یہ فرقہ نو حادث جسے اپنا نام غیر تقلید و حمدی رکھا ہے
 اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم عمل باحدیث کرتے ہیں اور تقلید کو حرام و شرک کہتے ہیں اور قوت
 الزام کھانے کے قید شخصی کی بڑھاتے ہیں یہ فرقہ اہل سنت سے ہی یا موافق بعض اہل علم کے
 یہ روافض سے ہیں یا موحیدین میں سے ہیں اسکا اظہار ہم چاہتے ہیں سو جانتا چاہیے کہ اب تک
 یہ فرقہ نام اتباع رسول لکھ لیتا ہو تو اس واسطے ہم او کو موحید نہیں کہہ سکتے ہیں مان ظن غالب
 ہو کہ یہ لوگ یقین سے بغرض اغوی اہل سنت کے اہل سنت میں مل رہے ہیں جب انھوں نے
 دیکھا کہ روافض معلن کے فربہ میں اہل سنت نہیں آتے ہیں پردہ محبت اہل بیت کو اہل سنت
 جملہ سمجھ جاتے ہیں تو ان لوگوں نے پردہ عمل باحدیث کا اخراج کیا کہ اس پردے میں ہزار ہا
 اہل سنت گمراہ ہو گئے ہیں یہی فقط بحث رفع بدین و آمین قرأت خلف الامام میں اہل سنت
 ایسے ہیں مختلف فیہ تھے مگر اہل کرہ و کادک ہمارے بغرض فقط عمل باحدیث ہی پھر تہمت ہے

بطریق بحث و تکرار کے اصول مذہب روافض میں تکرار ڈالی تا عوام مخیر ہو جاویں چنانچہ بطور
 نمونہ کے بیان ہوتا ہے اور جو جو مکابر و انجمنی بنانے کے تحفہ اثنا عشری میں مرقوم ہیں
 اکثر کو یہ لوگ استعمال کرتے ہیں ناظرین تحفہ پر ظاہر ہو جیسا کہ کلیات روافض سے ہر توہین تقلید
 مذاہب اربعہ و انکار تراویح و حکم رتداء عائشہ رضی اللہ عنہا پر عجل صحابہ کرام و فتویٰ دینا ایرامیوں کا
 واسطہ جہاد کے اہل توران پر و خطبہ جمعہ و عیدین میں سے نام صحابہ کبار کا نکال دینا اور
 اپنے تئیں مانند روافض کے محمدی کہنا اور دین محمدی کو مذہب محمدی قرار دینا اور معانی
 مشابہات قرآنی کو عوام کی تکرار میں ڈالنا اور ان کو اس ذریعے سے بہکانا اور جب غلبہ
 اہل سنت کا دیکھیں تو فوراً تفتیہ کر کے سنت جماعت بلکہ حنفی مذہب بخانا اور جھوٹی
 قسم اپنے اہل سنت ہونے پر کہنا پھر جب وقت نے محل جانا پھر اپنا جال ترور برکا
 عمل بالحدیث کے پردے میں پھیلانا اور ہر کام کو جھوٹ فریب و تفتیہ سے نکالنے کو
 عین ایمان سمجھنا چنانچہ اس اجمال کی تفصیل آگے بیان ہوتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اور
 عمل بالحدیث کے نام سے بالکل کلام اسد کار و کرنا یہ انجمن کا کام ہے جو جانا چاہیے کہ
 یہ متقی تفتیہ کے پردے میں کہتے ہیں کہ تقلید مطلق حرام ہے علماء و اعتقاد بلکہ شرک ہے خصوصاً
 تقلید شخصی تو بالکل باطل ہے سو حقیقت یہ ہے کہ تقلید اعتقادی تو بڑی تحقیق کر کے حقیقت اور
 درست کرے اگر چہ ایمان مقلد کا درست ہو بوجہ یہ کہ یہ لوگ کہتے ہیں **أَوْ تَعْقِلُ مَلَكًا**
فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ اور تقلید علیات میں مجتہد کو جائز نہیں ہے اور تقلد عامی کو جائز
 بلکہ واجب نہیں ہے مذہب اہلسنت میں یہ متقی لوگ جو کہتے ہیں کہ تقلید فقہای اربعہ کی
 حرام و شرک ہے کہ انکی تقلید کرنے پر کوئی آیت یا قول معصوم ہو سو ہم پوچھتے ہیں تم
 سند میں حدیث کتب احادیث کی لاتے ہو اور تم کہتے ہو کہ یہ حدیث فلا فی کتاب مز
 ہے تو اس کتاب کے مصنف کے صدق پر کوئی دلیل آیت یا حدیث کی ہے کہ قرآن یا
 حدیث میں کہاں ہے کہ فلا نامحدث صحیح کہے اور کو حدیث صحیح مانو اس تقلید مطلق

تقلید شخصی کی کیا دلیل ہو باوجودیکہ وہ کتب حدیث میں صد اہل ہوا و افضل خواج
 قدر یہ بھیہ نہ کرے ہوئے ہیں اوت بخاری میں سرور از قدس و ن کامروان بن حکم اور
 مری بالشیخ اور اکثر ضعیفہ کرے ہوئے ہیں پھر کتب حدیث کی صحت پر کس طرح
 اعتقاد ہو اور کس حکم صحت کی تقلید پر مطلقاً شخصی پر کوئی آیت یا حدیث ہو پھر انکی
 تصحیح کا کیا اعتبار ہو پھر جیسے تم اپنی کتب حدیث کا اعتبار کرتے ہو و افضل بھی کہنی اور
 تہذیب اور اعتبار وغیرہ کا اعتبار کرتے ہیں اور بخاری کتابوں کو غلط بتاتے ہیں
 پھر اگر تقلید مطابق جائز اور شخصی ناجائز ہو تو عمل موافق کتب احادیث و افضل کے بھی جائز
 یا واجب ہو والا کوئی دلیل آیت یا حدیث سے ثابت ہو کہ روافض کی حدیثوں پر
 عمل نہیں جائز اور اہل سنت کی حدیثوں پر جائز ہو تو جب تقلید شخصی نہ ہی تو ہر مختار
 مختار ہو چاہے احادیث روافض پر عمل کرے چاہے اہل سنت کے احادیث پر جب
 عمل احادیث روافض پر کرے گا رافضی خود بخود سو جائے گا پس مطلب قلبی مختار ہو یا
 ہو گیا کہ تم قیے کے پردے میں نہ اور عوام تقلید شخصی کو چھوڑ کر خود بخود رافضی ہو جائیں گے
 عقلاً کو غور کرنا چاہیے کہ یہ کیسا بڑا کید بڑی مذہب اہل سنت و شریعت محمدی کے واسطے
 ان روافض قیہ شعار کے کیا ہو ان متقی لوگوں سے ڈرنا اور جہاد پہنا چاہیے تحفہ میں
 باب مکائد میں دیکھو کہ یہ لوگ کس طرح مکائد کلی و جزئی کو واسطے اغوا اہل سنت کے
 استعمال کر رہے ہیں پہلی فصل مکائد کلیہ میں دیکھو کہ تمام طریقہ اغوا انکے کا طریقہ اغوا
 شیعہ کا ہو کہ بزرگان دین صحابہ و ائمہ حدیث و سلوک کو و علمای نامدار کو غیر مقلد کہتے ہیں
 اور بدعت کا اتجار کرتے ہیں اس فصل کو ملاحظہ کرو اختصار نقل نہیں کی گئی بطور نمونہ
 چند کائد جو سب تحفہ سے بیان کیے جاتے ہیں اور اختصاراً ترجمہ پر کفایت ہوتی ہو عوام
 غلام ہر سو جاتے کہ یہ لوگ متقی رافضی بغرض اغوا اہل سنت کے اہل سنت بنے ہوئے ہیں
 کید و ہم قبل از نقل ترجمہ مکائد سے ایک وریات بھی یاد رہے کہ ناظران اس تحریر کو

اہل سنت ہو یا متقی شیعہ ہو خیال نہ کرے کہ یہ سب علامات اس فتنہ میں پکارتے ہیں
البتہ بعض بعض ہیں تو یہ تحریر غلط ہو سواور ہے کہ یہ سب علامات اور دلائل نہونے کا
ہر شخص میں ایک سبب ہو اور وہ یہ ہو کہ جو ان کے استاد کامل ہیں تو سبب کمال ہوشیاری اور
تقیہ کے علامات تشیع کے اپنے اور ظاہر ہونے نہیں دیتے اور دعوت کرتے ہیں کہ ہم
اہل سنت ہیں بلکہ خفی ہیں جھوٹ کہتے ہوں یا تو یہ کہتے ہوں اور جو لوگ شاگرد و آموزگار
اور اونکی کرامت و ادوی سے تمام کمون خاطر اونکو تعلیم نہیں کیا بعض بعض مسائل اختلافی میں
ابھی اونکو ڈالا ہی نہ رہا اور نہ ہیج اونکو گمراہ کرتے ہیں ایسے شاگرد و نون میں یہ سب باتیں نہیں پائی
جاتی ہیں سبب انکے نقصان استعداد کے بتدریج سب امور تعلیم ہوتے جاتے ہیں انشا گرونگی
کم ظرفی و عدم تحمل و تقیہ باعث عدم تعلیم کا ہو جس قدر قوت اخلا و تقیہ کی انکو ہوتی جاتی ہی
او س قدر انکو سہ اور خفی تعلیم ہوتے جاتے ہیں پہلے پہلے فقط رفع یدین اور آمین باہر کرتے
کرتے ہیں جب آئین کامل ہو گئے قراۃ خلف الامام کو بذریعہ احادیث مرجعہ ضعیفہ کے
تعلیم کرتے ہیں پھر مضامین فتاویات کی تکرار سکھاتے ہیں پھر اعتقادات باطلہ استنبط
شاگرد کے تعلیم کرتے ہیں جبکی استعداد ناقص جانتے ہیں اونکو فقط چند مسائل فروع اختلافی میں
مضبوط کر کے عوام سے لاتے ہیں تاکہ عوام اہل سنت میں اختلاف پڑ جائے انسے فقط اسی قدر
لڑائی اور اختلاف ڈالنے کا فائدہ ہو گا وہ لوگ رافضی خالص نہیں غرض ساری اس فتنے میں
سب یہ علامات اس سبب سے نہیں پائے جاتے کہ مذکور ہوا غرض ان یقینوں نے جیسی جیسی
استعداد پائی و بسا ہی بکایا ہو کوئی عمل محدث کے پر دے میں پورا مغوی ہو گیا کوئی چند
فروع میں اور بھکر دعویٰ علی الحدیث کا کر کے ابطال مطالب قرآن و حدیث میں کوشش کرتا رہا
آگے بچلا اور عمل قرآن و حدیث پر خدا ہی تعالیٰ سے نصیب اہل سنت کے کیا ہو انشاء اللہ تعالیٰ
قیامت تک رہے گا و اللہ متعم نورہ و لو کرہ الکافرون اب ترجمہ مکامد روافض کا سنو جسکو مولانا
شاہ محمد الہریز محدث دہلوی نے مکامد روافض میں لکھا ہے کہ بذریعہ ان مکامد کے

بعض بعض مسائل
مختلفہ میں
جس میں میں نے
جس میں میں نے

ابن بنت کو راضی بناتے ہیں بعد ملاحظہ ان مکالمہ کے پھر نصف کو اس فرتے کے راضی ہو جاتے ہیں

شک نہ ہے گا کید و ہم یہ جو کہ روافض کہتے ہیں کہ اہل سنت اپنے تئیں شائع جانتے ہیں اور دین میں اوس چیز کو جسکی خدا نے اجازت نہیں دی جو مشروع اور داخل کرتے ہیں یعنی قیاس نے دلیل حکم شرعی جانتے ہیں اور قیاس سے احکام شرع کو ثابت کرتے ہیں اور یہ طعن کی حقیقت ہے اہل بیت کے اماموں پر پڑتی ہوئی آخر جواب کید سوطیوں یہ جو کہ ایک جماعت انکے علماء کی ہے اپنے تئیں محدثین اہلسنت سے ظاہر کیا اور علم حدیث میں مشغول ہوئے اور اہلسنت کے معتبر محدثین سے حدیثیں نہیں اور صحیح سندین انکی یاد دہن اور ظاہر میں تھی اور یہ نیز گار بنے رہتے یہاں تک کہ طالب علموں کو عقائد سچا انکے حق میں پیدا ہوا اور اہلسنت مشروع کی اور احادیث صحیح و حسان روایت کی اویسین اپنے موضوعات کو بھی جو مطابق اپنے مطلب کے بنا رکھے تھے داخل کر دیا اور اس کید انکے لئے بہت خوب اہلسنت کی راہ ماری عوام کا تو کیا ذکر جو اس واسطے کہ قیصر درمیان احادیث صحیحہ و موضوعہ کے راویوں پر جو راوی سبب اس غل و فریب کے ایک ہو گئے تفسیر مشکل ہو گئی اختیار صحیح و موضوع میں جاتی رہی لیکن جو عنایت اسی شامل علوم اہلسنت کے تھی انکے کر سے واقف ہو گئے ۱۲ ائمہی فہم اہل طریح سید نذیر حسین صاحب اور حفیظ احمد خان صاحب کبھی کبھی مسئلہ پوچھے یا کوئی لفظ جلالین کا پوچھنے کو جلتے تھے خدمت میں جناب مولانا احمق صاحب قدس سرہ کی اور بوقت ہجرت میان صاحب کے ایک ایک حدیث پانچ چھ کتابوں کی میان صاحب کو سنا کر ایک پرچہ بطور سندہ کے لے لیا اور حفیظ احمد خان صاحب کو تو یہ بھی نصیب نہیں ہوا یہ پھر قطب صاحب بن سید نذیر حسین صاحب نے اپنے خسر کے پردے میں خلافت عباسی کی درخواست کی جواب سخت سکے نا امید ہوئے اور پھر حضرت میاں صاحب کے اپنے تئیں خفی مذہب جاتے رہے اور ابو حنیفہ کی طرف سے جواب دیتے تھیں گرمی سے کف نہ نہ آتا تھا پھر بعد ہجرت جناب میاں صاحب کے جو دلی خالی پائی آپ محدث بن بیٹھے اور

کید اول کو
ابن بنت کو راضی بناتے ہیں
شک نہ ہے گا کید و ہم یہ جو کہ روافض کہتے ہیں کہ اہل سنت اپنے تئیں شائع جانتے ہیں اور دین میں اوس چیز کو جسکی خدا نے اجازت نہیں دی جو مشروع اور داخل کرتے ہیں یعنی قیاس نے دلیل حکم شرعی جانتے ہیں اور قیاس سے احکام شرع کو ثابت کرتے ہیں اور یہ طعن کی حقیقت ہے اہل بیت کے اماموں پر پڑتی ہوئی آخر جواب کید سوطیوں یہ جو کہ ایک جماعت انکے علماء کی ہے اپنے تئیں محدثین اہلسنت سے ظاہر کیا اور علم حدیث میں مشغول ہوئے اور اہلسنت کے معتبر محدثین سے حدیثیں نہیں اور صحیح سندین انکی یاد دہن اور ظاہر میں تھی اور یہ نیز گار بنے رہتے یہاں تک کہ طالب علموں کو عقائد سچا انکے حق میں پیدا ہوا اور اہلسنت مشروع کی اور احادیث صحیح و حسان روایت کی اویسین اپنے موضوعات کو بھی جو مطابق اپنے مطلب کے بنا رکھے تھے داخل کر دیا اور اس کید انکے لئے بہت خوب اہلسنت کی راہ ماری عوام کا تو کیا ذکر جو اس واسطے کہ قیصر درمیان احادیث صحیحہ و موضوعہ کے راویوں پر جو راوی سبب اس غل و فریب کے ایک ہو گئے تفسیر مشکل ہو گئی اختیار صحیح و موضوع میں جاتی رہی لیکن جو عنایت اسی شامل علوم اہلسنت کے تھی انکے کر سے واقف ہو گئے ۱۲ ائمہی فہم اہل طریح سید نذیر حسین صاحب اور حفیظ احمد خان صاحب کبھی کبھی مسئلہ پوچھے یا کوئی لفظ جلالین کا پوچھنے کو جلتے تھے خدمت میں جناب مولانا احمق صاحب قدس سرہ کی اور بوقت ہجرت میان صاحب کے ایک ایک حدیث پانچ چھ کتابوں کی میان صاحب کو سنا کر ایک پرچہ بطور سندہ کے لے لیا اور حفیظ احمد خان صاحب کو تو یہ بھی نصیب نہیں ہوا یہ پھر قطب صاحب بن سید نذیر حسین صاحب نے اپنے خسر کے پردے میں خلافت عباسی کی درخواست کی جواب سخت سکے نا امید ہوئے اور پھر حضرت میاں صاحب کے اپنے تئیں خفی مذہب جاتے رہے اور ابو حنیفہ کی طرف سے جواب دیتے تھیں گرمی سے کف نہ نہ آتا تھا پھر بعد ہجرت جناب میاں صاحب کے جو دلی خالی پائی آپ محدث بن بیٹھے اور

ابن بنت کو راضی بناتے ہیں بعد ملاحظہ ان مکالمہ کے پھر نصف کو اس فرتے کے راضی ہو جاتے ہیں

امام لا مذہبون کے ہو کر احادیث موضوعہ اور ماولہ اور منسوخہ کو رواج دیکر ایسی مسٹرک رافضی
 بنانے کی کمال دی کہ روح عبداللہ بن سبا کی بھی اپنی آفرین کہتی تھی اور غلط اپنے تئیں
 میا نصاب کا شاگرد کہہ کر خلق کو بہکاتے ہیں بیان صاحب تو ان لوگوں کو ضال اور ضل
 کہتے تھے انکی امامت جائز نہیں کہتے تھے باوجودیکہ یہ دونوں صاحب مخالف مذہب جناب میا نصاب
 کے ہیں کس طرح عوام انکو مقتدا اہل سنت کا جانتے ہیں اور کہتے ہیں کیسے تمہیں یوں
 یہ ہو کہ کسی شخص علمای زیدیہ کا یا کوئی عالم شیعہ کا سو اسی اثنا عشریہ کے نام لیوین پہلے پہلے
 اوسکے حال میں بہت مبالغہ کریں کہ وہ اہلسنت سے بڑا متعصب تھا بلکہ بعض نے کہا کہ
 کہ وہ سخت ناہمی تھا پھر اوس شخص سے ایسی روایت نقل کریں جس سے بطلان مذہب
 اہلسنت کا اور تائید مذہب امامیہ اثنا عشریہ کی ثابت ہوتا کہ دیکھنے والا دھوکا کھا دے
 اور گمان کرے کہ اگر یہ روایت صحیح نہ ہوتی تو ایسا متعصب ایسی روایت کو کیوں نقل کرتا
 مثل مختصری صاحب کشف کہ تفضیلی و معتزلی اور خطب خوارزم کہ زیدی غالی ہوا ان
 قیدیہ صاحب معارف کہ رافضی ہوا انتہی ف اسی طرح یہ متقی لوگ جس عالم کو چاہیں
 کسی مذہب کا ہوا اوسکی پہلے تعریف میں لکھیں کہ یہ بڑا متعصب اہلسنت سے ہو پھر اوس
 روایات اپنی لا مذہبی کی تائید کے روایت کرتے ہیں یہ بات انکی تحریرات کی ناظرین پر
 ظاہر ہو گئی ہے یہ کہ محبوب مشہور کرتے ہیں کہ ایک لونڈی حبشیہ نے مجلس ہارون
 میں بحث مذہبی کر کے دلائل سے حقیقت مذہب شیعہ کی ثابت کی اور مذہب شیعہ کی بہت
 تعریف کی باوجودیکہ مجلس ہارون رشید کی علمای اہلسنت سے بھری ہوئی تھی کسی نے وہ نہ
 اور جسے گفتگو کی الزام پایا ابو یوسف شاگرد ابو حنیفہ نے گفتگو کو کے الزام پایا غرض اس
 جھوٹی حکایت سے یہ ہو کہ مذہب اہلسنت ایسا ضعیف و داہی ہو کہ ایک کنیز حبشیہ بطل کر دیا
 اور کسی کو علمائے اہلسنت سے طاقت جواب کی نہ تھی اہم مختصر انتہی ف اسی طرح کمال اثر
 پسند تقریریں طبع کی یاد کر کے مانند لشکر جنات کے شہر وں اور قریات میں پھرتے ہیں بجا ہر

اور ہر حکم یہ کہتے ہیں کہ فلان شہر میں ہم گئے کسی نے ہمارا مقابلہ نہ کیا اور اگر کسی مسلمان سے مقابلہ ہوا تو ذلت اور خواری اور ٹھاکروان سے بھاگے اور شہور کیا کہ ہم وہاں کے عربیوں کو الزام دے آئے باوجودیکہ وہاں اہل علم ایک بھی تھا مسلمان اسی نسبت سے عالم نظر آیا تاہم ناچھ اسکو سچ جان کر فقہاء محدثین کی تقلید چھوڑ کر ہماری تقلید کریں یہ بھی انکا قاعدہ کہ جو شخص ایسا رجبہ پر تبر اور صحابہ کی کم علمی کا دعویٰ کرنے لگے اسکو خطاب رابوی کا دینے ہوا اور مسائل پر اسکی مہر ہونے لگتی ہو فقط کتب بعض علماء نے بڑی کوشش کرتے ہیں بیچ باطل کرنے مذاہب فقہی اربعہ کی اس طور پر کہ ایک مذہب کو مخفی باطل کرتے ہیں تین مذہب بر ملا جیسا ایک کتاب دیکھی گئی شیعہ کے عالم کی کہ اسنے اپنے تین شافعی مذہب قرار دیا اور رد و قدح دلائل مذہب ثلثہ میں کر کے جب نوبت ثابت کرنے مذہب شافعی کی پونجی تو اسکو بدلائل ضعیفہ اور قیاسات مردودہ کے بیان کیا تاود نے سمجھ والا بھی اون دلائل کو قبول نہ کرے تو اس پر دے میں مذہب شافعی بھی باطل ہو جائے اختتامی و اسی طرح یہاں دباؤ کے وقت شافعی بن جاتے ہیں اور احادیث ضعیفہ منسوخہ و قولہ سے استدلال کرتے ہیں تا بطلان چاروں مذہب کا ہو جائے اور عوام شرک و فساد کی پکڑ لیں گے یہ ہو کہ ملعن کرتے ہیں اہلسنت پر کہ اپنے دین میں اقتدا غیر معصوم کی کرتے ہیں اور غیر معصوم جلالی ہدایت پائے پر یقین نہیں رکھتا تو غیر کو کیا ہدایت کرے گا افسس یھدی الی الحق الحق ان یتبع امر من لا یھدی الا ان یھدی فسا لکم کیف تھکم من پس مثال اہلسنت کی مثال اندھکی ہو کہ کوئی اسکا ہاتھ کھینچنے والا نہیں اور گھر پہنچنے کا ارادہ کرے اور راہ میں رستہ بھول گیا اور اس حیرانی سرگردانی میں ایسا شخص آگیا کہ وہ اندھے کے گھر کو بخانا تھا اپنا ہاتھ اس اندھے نے اس شخص کے ہاتھ میں دیا اور اسکی اقتدا کی اس شخص نے واقعہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر ایسے چلنے میں کھڑا کیا کہ وہ ورنہ دن اور سانبہ کچھو اور جھاڑی کا سننے وار سے بھرا ہوا تھا اور اسکا ہاتھ چھڑا کر کہا کہ تو اپنے گھر پہنچ گیا ہوا

عرب بن خلدون

اس طعن کا یہ جواب **ف** عوام کے ہر کان میں لانا مذہبون کی لفظ بلفظ ہی تقریر ہو اب انکے
 رافضی ہونے میں کیا شبہ رہا کہ یہ ہر بعض نے علمای روافض سے ایک کتب
 تصنیف کی اور میں اکثر شلخ اہلسنت کو لکھا کہ یہ سب امامیہ مذہب تھے اور ظاہر میں سنت عادت
 الخ انتہی **ف** یہ طرح لانا مذہب علمای دیندار کو لانا مذہب بتاتے ہیں ہم نے دیکھا کہ جناب
 مولانا حق صاحب وعظا میں لانا مذہبون کو ضال مضل فرماتے تھے اور یہ گمراہ باہر کل کر
 کہتے تھے کہ یہ انصاحب نے ظاہر میں کہہ دیا ہو والا مذہب میان صاحب کا وہی ہو جو ہم
 کہتے ہیں اور ایسا ہی ایک اور جمل کہتے ہیں کہ سوال کسی مسئلہ کا بنا کر اور اس کا جواب
 موافق اپنے مطلب کے لکھا علمای سابقین کے نام سے چھپاتے ہیں چنانچہ بعض
 مسئلے مولانا شاہ عبدالعزیز کے نام سے اور بعض مسئلے مولوی حیدر علی کے نام سے
 طے ہوا انصاف چھپواتے ہیں تا عوام فریب کھا دیں اور جانیں کہ یہ علماء بھی لانا مذہب
 حالانکہ تفسیر عریزی میں تقلید کو واجب مخیر عوام کے واسطے لکھا ہو اور جو شخص نہ اوق تحریہ
 ان علماء سے واقف ہو اس عبارت ہی سے اس جمل کو بچانے کا اس جمل سے صحت
 عوام کو گمراہ کیا ہو کہ یہ کہ بعضے مکار روافض کے بیچ صحبت معتبر حدیث کے
 داخل ہوتے ہیں اور ملازمت انکی اختیار کرتے ہیں اور اپنے مذہب بیزاری ظاہر
 کرتے ہیں اور اسلاف مذہب شیعہ کو برا کہتے ہیں اور مطاعین مفسد مذہب شیعہ کے بر ملا
 ذکر کرتے ہیں اور تقویٰ اور دیانت اور توبہ اور خوش خصلتی اپنی ظاہر کرتے ہیں اور
 معتبر محدثین سے حدیث لینے کی رغبت ظاہر کرتے ہیں یہاں تک کہ طلبہ و علماء سے
 اہلسنت او کو معتبر و صلوات جانتے ہیں اور او پر صدق کلام اور پاک دامنہ انکے کے
 و کجی پوری حاصل ہوتی ہو اور وقت روایات محدثین معتبر میں بعض موضوعات مؤید
 مذہب اپنے کے داخل کرتے ہیں یا بعض کلمات کو تحریف کر کے روایت کرتے ہیں تا آدمی
 ضللی میں پڑیں اور کیسے بھی بڑے مکر و ن انکے سے ہر انتہی **ف** دیکھو یہ سب

باتمین اس کید کی سید نذیر حسین صاحب و حفیظ احمد خان صاحب و مولوی عبدالحق صاحب
 بنارس پر برابر صادق ہیں پہلے خدمت مولانا اسحق صاحب کی میں مقعداً نہ حاضر ہونے
 اور اپنے متین پکا اہلسنت ظاہر کرتے تھے اور جو کوئی ابو حنیفہ پر طعن کرتا تو ان وحدیث سے
 جواب دینے کا دعویٰ کرتے اور غصے کے مارے منہ میں کھٹ آجاتا آدمی ہوا اہلی سنت
 حنفی مذہب متقی شاگرد میا نصاحب کا خیال کریں اور معتقد ہو جاویں جب یہ اعتقاد
 آدمیوں کے ذہن میں جاو یا بعد ہجرت جناب مغفور کے اور وہی کے خالی ہونے کے
 صلے سے بتدیج اپنا مذہب رواج دینا شروع کیا پر تقیہ بچھوڑا اور ہستہ ہستہ عوام کو
 رفض کی شرک پر ڈال دیا اور قرآن وحدیث سے عوام کا دل پھیر دیا عمل باحدیث کے
 پر دے میں صد آیات واحادیث کو رو کر دیا نفوذ باسد میں نہا کہ اس پر یہ کہ بعض
 روایات موافق اپنے مذہب کے ایسی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ اس کے مصنف کو آدمی
 اہلسنت خیال کرتے ہوں باوجودی کہ وہ اہلسنت نہیں ہر اہلی ف ایسا ہی افسوس کے
 منہوی لوگ اپنی تحریات مضلہ میں اقوال محلی بن حزم کے اور اقوال شیو کافی قاضی مدینہ
 اور اقوال دراسات السیب وغیرہم کے نقل کرتے ہیں اور پہلے ان خلاف مذہبوں کی
 بہت تعریف کر کے عوام کے ذہن میں انکا اعتقاد بجا دیتے ہیں اور ایسا ہی قول اہلسنت کا
 کہ جب حدیث سے تو ہمارے قول کو ٹالو تو اس کلمہ حق کو اپنے مذہب باطل پر جاتے ہیں
 باوجودیکہ یہ قول الہ کا اپنے شاگردان مجتہدین کو تھانہ کھڑے بھٹیاریے او باش وہی کو
 کیونکر کہیں حالانکہ جو قول انکا صریح قرآن وحدیث میں نہوا اور اس کے مضمون کا حکم
 بھی صریح نہو تو وہ قول ماخوذ قرآن سے یا حدیث سے یا اقوال صحابہ سے ہو گا ایسے قول کو
 کس طرح کہیں گے عوام کو کہ تم رو کر نہو صحابہ و تابعین متبع تابعین کے تقلید کو ان روافض کے
 کہنے سے چھوڑ کر ان روافض کی تقلید کس طرح کریں اور ایب دیندار کی تقلید چھوڑ دیں اور
 آیت **وَاتَّبِعُوا سَبِيلَ مَنْ أَكَابَ إِلَيْهِمْ** اور **صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** کو چھوڑ کر ان روافض

بک

ضامین کی کس طرح تقلید کرین طرفہ یہ جسکی تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کروانے میں
 سعی کرتے کرتے رہتے ہیں اور جسکی تقلید باطل ہو تو محمد میں کی بھی تقلید باطل ہو اور مطلق
 تقلید میں تقلید محمد میں روافض کی بھی جائز ہوگی والا تقلید محمد میں خاص کی پر کیا دلیل ہو
 کہ یہ ہو کہ طعن کرتے ہیں اہلسنت وجماعت پر کہ یہ مذہب ابو حنیفہ وشافعی مالک احمد کا
 اختیار کرتے ہیں اور امامون کا مذہب نہیں اختیار کرتے باوجودیکہ ائمہ احنی بالاتباع میں
 کئی دلیلوں سے اول یہ کہ امام حنبلہ کے مکررے رسول کے ہیں اور رسول اللہ کے گھر میں ہو کر
 پائی اور طریقہ اور زمین شریعت کی بچپن سے یاد کیں مثل مشہور ہو کہ اہل بیت اور یہ بھی
 دوسری یہ کہ ایسی حدیث میں جو اہلسنت کے نزدیک بھی معتبر ہو حکم آیا ہو کہ اہل بیت کی تقلید
 کرو قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ائمتی تارک فیکم الثقلان ان تمسکتم
 بہما لن تصلوا بعذی کے کتاب اللہ وعترتی اہل بیتی وقال رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم مثل اہل بیتی فیکم مثل سفینہ نوح من رکبها نجا ومن
 تخلف عن غرق یتشری یہ کہ ہمدگی امامون کی اور عبادت و تقویٰ و زہد انکا متفق علیہ ہو
 شیعوں و اہلسنت دونوں قابل ہیں بخلاف اوروں کے اور جسکی بزرگی پر اتفاق ہو وہی
 الیق ہو اتباع کا اوس سے کہ جسکی بزرگی میں اختلاف ہو جواب اس کی یہ ہو انخ امتی
 و فی ہی تفرقہ ان روافض جدید کی ہو انسی قدر فرق ہو کہ روافض قدیم اہل بیت کے
 پر دے میں بہکاتے ہیں اہلسنت کو اور یہ اہل باحدیث کے پر دے میں اہلسنت کو لہذا کہتے
 حامل دونوں کا کلمۃ حق قصیدہ ہا الیہ اطل ہو جسے خارجی عمل بالقرآن کو بھیجیں ہو
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دھوکا دیا کرتے تھے کہ یہ ہو کہ ایک جماعت شیعہ ہیں
 کی فریب دیتی تھی احمقون بیوقوفون کو اس طرح پر کہ پاس ایسے دین و بزرگان کا ہیں
 کثرت سے آمد و رفت کرتے تھے اور انکے گھر لایا جاتا کرتے تھے تاکہ عوام کو گمان ہو کہ یہ
 خاص و یار خالص ان بزرگوں کے ہیں اور روایات انکے اون ایسے دین سے معتبر جانیں

پھیلے اور نو جداری ہو ایسے ایسے فساد اور دنگے انکے گشتے ڈالے تہیں اور آپ تفتیہ میں
 چھپے رہتے تہیں انکو کوئی نہیں جانتا کہ یہ انکا فساد ہو بلکہ یہ شیوہ تفتیہ بہت اہل علم و طلبہ نے
 اختیار کر لیا ہے کہ مسائل اختلافی میں سکوت کرتے ہیں اور اگر کوئی پوچھتا ہے تو کہتے ہیں کہ
 لوگ غیر مفید سمجھتے ہیں پس جاہل اس ایک بات متقی کے سے جلد بہک جاتے ہیں غرض
 ان متقیوں نے تفتیہ کے پردے میں ہزار باعوام کو گمراہ کر دیا اور مذہب اہلسنت کا معاند کر دیا
 فائدہ جدید ہر ایک جانتا ہے کہ شیعہ سے غیر صورت تفتیہ میں اگر کوئی اہلسنت پوچھتا
 کہ بخدا کیا مذہب ہے تو کہتا ہے کہ جو رسول اللہ کا مذہب تھا ہمارا مذہب محمدی ہے چنانچہ
 تیلیوں کی تقلید ہم نہیں کرتے ہم رسول اللہ اور طبیعت معصوم کی تقلید کرتے ہیں یہی قول انکا ہے
 بلا فرق اور کہتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں نہیں آیا کہ ابو حنیفہ شافعی مالک احمد کی تقلید
 کرو اگر تقلید کلی کا کچھ بتا لے گا تو تقلید ان اماموں کی قید کہاں ہے نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں
 تو ان فقہامی شخص معین کی تقلید کہاں سے جائز ہوئی جسکی تقلید کو جی چاہا او سکی تقلید
 کر لی تو حاصل نکایہ ہو کہ کسی کی تقلید معین کی نہ کر دیر ہمارے یا ہمارے استاد کی تقلید کر دیتا ہے
 کہ انکی تقلید بھی جب ہی ہوگی جب انکے اس کہنے کو نہ مانیں اور تقلید کریں والا انکی تقلید
 معین کی ہو جائیگی علاوہ اسکے عدم تقلید معین میں بالکل میں برابر ہوتا ہے اس واسطے کہ
 تقلید بالکل خصوصاً شخصی حرام ہوئی اور ظاہر ہے کہ اس زمانے میں کئی کئی اوقات انھیں
 صلوات اللہ علیہ وسلم سے اور اخذ قرآن و حدیث کا بلا واسطہ نصیب نہیں ہے تو خواہ مخواہ بلا واسطہ
 استاذ یا استاذ الاستاذ کے اوپر تکیہ ہو گا تو تم دین کو اور حدیث کو استاد کی تقلید کر کے لوگ
 ہم پوچھتے ہیں کہ قرآن و حدیث میں کس جگہ آیا ہے کہ تم اپنے استادوں کی تقلید واجب جانو
 اور انکے غیر کی تقلید کو حرام جانو اور کتب حدیث اہل سنت کے صحیح میں کتب احادیث کثیر
 اور خواجہ اور نو صاحب کے غلط ہیں اس پر قرآن حدیث سے کیا دلیل ہو کہ میں قرآن
 و حدیث میں لکھا ہے کہ فلا فی فلا فی کتاب کو صحیح جانو فلا فی کو غلط جانو اور تمام کتب

حدیث میں سے صحاح ستہ کے اعتبار کرنے کی کیا دلیل ہو اگر کہو کہ تمام اہلسنت نے ان صحاح ستہ کو
 مانع سمجھا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ فقہائے اربعہ کو بھی تمام اہلسنت نے مانع اور تبلیغ احکام رسول اللہ
 اور مرجع احادیث رسول اللہ صحت اسناد کے سمجھا ہے اور خلاصہ عادیث کا بعد تصحیح مانع و منوع
 تاریخ کے نام فقہ ہے تو جب یہ اتفاق تمام اہلسنت کا فقہاء کے مقدمے میں مردود ہوا تو اتفاق
 تمام اہلسنت کا کتب حدیث کے مقدمے میں بدرجائے مردود ہو گا کہ فقہاء رسول خدا صلی اللہ
 علیہ وسلم سے قریب تھے کہ تابعین یا تبع تابعین میں اور مصنفین کتب حدیث رسول اللہ سے
 بہت دور ہیں اور کتب حدیث میں روایات کذابوں کی اور روافض و رواج و نوہب کے
 بھرے ہوئے ہیں بخاری میں بہت روایات مدیات منحنیہ سے موجود ہیں و شیخ النفیس
 مروان بن الحکم سے بخاری روایت رکھتا ہے پھر ان کتب حدیث کا کیا اعتبار رہا اور جو
 یہ محدث صحیح یا حسن کہہ دین کہ کس طرح اور کس دلیل سے لوہ حدیث کو صحیح یا حسن جاننے ہو
 قرآن حدیث میں کمان آیا ہو کہ جس حدیث کو یہ محدث صحیح کہیں وہ صحیح ہو یا جو دیکھ یہ محدث
 بھلے جیسے سے روایت کریں تو انکا قول معتبر ہو اور فقہاء کو فقط ایک راوی تابعی یا تبع تابعی کا
 دریافت کرنا اور اسکا ثقہ ہونا صحت حدیث کے واسطے کافی تھا اور انکا قول مردود ہوا سکی
 سند ہو اور اسناد الرجال والون نے جو رجال کی حج تعدیل کی ہے اور اس حج تعدیل کو قبول کیا
 اور اس پر احکام مبنی کرنا انکی کیا دلیل ہے سو اسی تقلید کے یہ سلسلہ بھی عدم تقلید میں طبل ہوا
 اور تمکو لازم ہوا ہر حدیث کی اپنے سند مع توثیق سب روایات کی اپنے سے آنحضرت تک
 بیان کرو ہمکو الزاماً قول محدثین پر اعتبار نہیں والا تقلید شخصی کی دلیل بیان کرو اور اگر
 کہو گے یہ امر تو ممکن نہیں ہے تو ہم کہتے ہیں عدم تقلید شخصی بھی ممکن نہیں اور سنو کہ کیا دلیل ہو
 کہ کتب اہلسنت کا اعتبار ہو اور کتب شیخہ کلینی وغیرہ کا اعتبار نہیں وہ بھی تو کتب حدیث کے ہیں
 حدیث میں واجب نہیں کہ اہلسنت کہیں تو مقبول ہو والا مردود ہو عدم تقلید میں لازم آیا
 جہاں سے حدیث پاوین رضی ہو یا خارجی ہو عمل واجب ہے جب یہ بات سنو گے ظاہر میں تو

عاجز جواب میں ہو کر کہو گے کہ روافض خواجہ کی حدیث کا کیا اعتبار ہو اور دل میں ش
 ہو گے اور کہو گے کہ ہمارا مقصد دلی تو یہی ہے تو تقریر میں جواب نہ آیا بلا سے نہ آیا عوام کو قید
 شرع سے نکالنا منظور تھا سو حاصل ہوا لہذا عوام کو انکے فریب سے بچنا واجب ہے اور
 انکے قول علی حدیث پر دھوکا نہ کھاویں اس لفظ میں حذف مضاف ہی یعنی علی غلام اللہ
 مراد ہی جیسا تفسیر میں خفی ہوئے کا دعویٰ کرتے ہیں اور خفی مذہب جیسا ہو رہا ہو بھی کو بھی
 خفی کہتے ہیں عوام انکے توریہ سے مذہب خفی اہلسنت کا سمجھتے ہیں اور یہ اپنے دل میں
 مانند شیعہ کے دین محمد اور کہتے ہیں اور مراد رکھنا اسکا حذف مضاف کو سمجھا جاتا ہے انکے
 اعمال اور افعال سے لیکن اہل مقصود اسکا جو برہمی انتظام شریعت محمدی کا ہی تو اس قسم کے
 لوگوں کے اعمال اور اعتقاد ایک طرح پر نہیں ہیں کہ ایک طرح پر ہونا یہ بھی ایک نظام ہے
 لہذا ہر شخص اسکا ہر مقام کے مناسب جیسا چاہتا ہے وہ خواہ کرنا ہی جو اہیت متشابہ انکے موافق
 ہوئی اسکو نص قطعی بتا دیا جو اہیت محکم انکے مخالف ہوئی اسکو متشابہ کہے اور اوتے ہیں
 اپنے مطلب کی حدیث کو وضعیف یا منسوخ یا موضوع ہو اسکو صحیح قوی بتاتے ہیں اور
 جو حدیث انکے مخالف ہو گو قوی صحیح موافق قرآن کے ہو اسکو غلط بتاتے ہیں یہ قاعدہ انکے
 ہر عالم جاہل کا ہے چنانچہ علامات رفض کے مسائل کو اس فرقے کے سب لوگ نہیں کرتے
 استادوں نے جسکو جیسا مناسب جانا ہو سکھایا ہے ہر ساری علامتیں اس فرقے میں موجود ہیں
 اول تراویح کا انکار کرنا اور بدعت بتانا اور جو بعض مصنفوں سے غلطی سمجھ حدیث میں ہوئی
 اور اٹھ سنت اور بارہ سبب لکھ دینے اس غلط فہمی کو دست آور کر کے بعض تو مسلم نے اٹھ سنت
 اور بارہ سبب بتا کر اہل سنت کے ہاتھ سے نجات پائی کس حدیث میں اٹھ تراویح ثابت ہیں
 نماز تہجد کو تراویح پر حمل کرنا غلط فہمی ہی تہجد جدی نماز اور قیام رمضان جدی نماز ہر دو میں
 مناد و مجمر کو نظر نہ رکھنا شعار روافض ایران کا ہے اہل قرآن سے لڑائی کو جہاد کہنا یہ عین سلفہ روافض
 ایران کا ہے جب اسکا مذہب پوچھیے محمدی بتا دیں یہی قول روافض کا ہے مذہب اور دین کو

بعض روای
 ۱۱۳

ایک جانتے ہیں اہلسنت کو خفی شافعی ہونے سے مشرک کافر جاننا یہ عین قول روافض کا ہے
سنن ماثرہ کو چھوڑ دینا یہ عین عمل شیعہ کا ہے و خنوع میں کمینوں سے پانی ناخنوں کی طرف
بہانا عمل روافض کا ہے مخالفت اہلسنت کو مذاہب اربعہ سے پہلے حقیقت جاننا عین عقیدہ
شیعہ کا ہے جمع بین اہل سنت و اہل بدعت عین مذہب روافض کا ہے ایک حدیث ہر آئین کی لکیر
قرآن کو رو کرنا یہ عین قول شیعہ کا ہے توجہ قبل الحرج مدفع عورت غیبت شوہر میں جو دیر
ہو جائے جب چاہے نکاح کرے یہ بدلہ متعہ کا ان لوگوں سے قرار دیا ہے اور مولوی عبدالحق
بنارس کا فتویٰ جواز متعہ کا میرے پاس موجود ہے مولوی عبدالحق نے بڑا کما عانتہ علی
لڑی اگر توبہ نہ کی ہوگی تو مرد مری اور یہ بھی دوسری مجلس میں کہا کہ صحابہ کا علم ہے کہ عطا
اؤ کو ہر ایک کو بائچ پانچ حدیثیں یاد تھیں یہ کوادون کی حدیثیں یاد ہیں اختلاف فیات متشابہات
مکرار رکھنا یہ عین عمل روافض کا ہے جھوٹ و دروغ اور مکر کو اپنا قانونی احکامات بنانا عین
شعار روافض کا ہے باوجودیکہ ہر بات کا جواب و مذاکرہ قرآن اور حدیث سے پاتے ہیں
پھر دوسری مجلس میں وہی سوال پیش کرتے ہیں اور مشہور کرتے ہیں کہ ہمارے سوال کا
جواب کسی سے نہوا اور جس مجلس میں الزام اپنے جھوٹ کا کھا کر ذلیل ہوتے ہیں تو مشہور یہی
کرتے ہیں کہ ہمارے الزام دیا اور ہمارے سوال کا جواب اہلسنت سے نہ بنا باوجود ذلت اور شاکہ
جھوٹا دعویٰ کرنے سے نہیں شرماتے یہ بھی بے شرمی روافض کی ہے یہ تو ادلہ غیر مقلدین کا
حال ہے جو بے اختیار اور رعایا ہیں اور غیر مقلد یا اختیار کا حال سو جیسے نواب والا جاہ ہے کہ
بواسطہ بھوپال یہ تائین مذکورہ تو وہاں سب میں لگے کوئی شخص اہلسنت خفی ہو یا شافعی اور
کسی طور سے اسکا اور ارادہ قرار ہو پھر رئیس کو معلوم ہو جائے اہلسنت ہونا اسکا تو حکمت
عملی سے اسکا اور ارموقوف کر دیں گے اور اس کے دشمن ہو جائیں گے تمام حکومت میں
حکم نام جاری ہو کہ قرض کو سود دلاؤ اور عمل آیت فاذا نزل الحشر من اللہ و رسولہ
پر خوب تر وین غم کی خوب ہر شراب کا نکالنا انہی چار بلا لاکھوں روپیہ اس کے محصول کا

مدالہام اور والہام کے خزانے میں داخل ہوتا ہو اور آیت اِنشَاء الْحَمْدِ وَالْمِيسِرَ وَلَا تُفْسِدُوا
 قُلُوبَكُمْ کہ میں جس پر خوب عمل کر تحصیل جنگی کی سرکار انگریزی سے بھی زیادہ زور شور سے
 جاری ہو تمام زمین اگل اگل بھرتاپ کی محصول ہر جنس کا لے لیا پھر محصول کس چیز کا لیتے ہیں
 زمین مزرعہ میں غلہ پھر محصول زمین کا دیار میں غیر مزرعہ میں جو کھاس میں لے لیا کھاس
 دو وہ پیشی سے اور کھی وہی پھر او اکیا اگرچہ سرکار انگریزی نے بسبب مخالفت دین ایک ایک
 چیز پر بار محصول لگایا اور طرح طرح کا ٹیکس لگایا پر یہ تو متقی لوگ دعویٰ عمل بالحدیث کا
 اور عدل اور انصاف کا کرتے ہیں تو یہ جنگی ہر چیز پر یعنی کسی مذہب کی حدیث میں نہیں کہ
 شاید حکم الناس علیٰ دین ملوکم حسب قانون انگریز کے حلال کر لیا ہو حدیث میں موجودی
 زمین ہوات کی لکھاسانی زمین سب مخلوق شریک ہوتی ہے کوستان کے ٹکڑے پر بھی محصول
 لگا دیا تھا حسب قانون انگریز کے لیکن رعیت کی وادیا سے بافعل تو معاف کر دیا ہو جو
 معاف رکھیں گے پھر ابھی ریاست میں حکم عام دیا ہو کہ فیصلہ ایک گواہ اور ایک قسم کر دیا
 اور قرآن کی مخالفت صریح پر حکم دیا اور حدیث مسلم احمد سے بلا بھیجے یعنی حدیث کے حکم
 قرآن کا رد کر دیا اور حکم عام دیا کہ ہماری ریاست میں پابندی کسی مذہب کی مدعی نہو اب
 روافض سے بھی گزر گئے شہر بھوپال میں جو بڑا شہر ہو سو ہی ایام فصلی کے ایک دوکان کے
 سوا دوسری جگہ اگر غلہ کے تو مستحق نہ رہا ہو یا بوجب حکم ہتکار کے سرکاری غلہ بکتا ہو گا
 یا بطور لین سرکار انگریز کے اہل پیشہ اور تجار سے سرکار بھوپال لیتی ہوگی یہ بھی عمل
 بالحدیث کسی حدیث سے نکالا ہوا ہو جو جمع رجسٹری کا باغ مشتری وغیرہ پر اور خرچہ
 کا عندہ نام وغیرہ کا افسر دعویٰ پر دہمتھا صہین کے اور طرح طرح کے رسوم تحصیل کے قانون
 انگریز کے جو ذاب والہام نے رعیت پر لگا رکھے ہیں یہ سب رسوم ذاب و اب ظلم صریح ہیں انکو
 بھی عمل بالحدیث جانتے ہوئے اور اس عمل سے آیت وَلَا تُلَاقُوا الْمَوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ
 بِالْبَاطِلِ کو نسخہ سمجھے ہوئے اور سرکار انگریز پر کچھ شکارت نہیں ہو کہ مخالفت دین کے

باعث ان ظلمین کا ہو اور علی باحدیث محمد اکابر دعویٰ نہیں کرتے ہیں نواب والا جاہ نے جو جمعہ احکام
 خطبہ تصنیف کر کے اپنی ریاست میں اور اپنے موافق مذہبیوں کو حکم ترسیع اور پڑھنے کا دیا ہے
 اور نوکر صحابہ خلفا ہی رہند میں کا خطبہ میں بدعت جانکر اونکا ذکر خطبے سے کمال ڈالا جو اب
 کیا شبہ اس فرستے کے رافضی ہونے میں باقی رہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو بنا قب
 خلفا و صحابہ کے خطبے میں بیان فرماتے تھے وہ بھی بدعت ہو گیا خلفا کے افعال کو تو بدعت
 کہتے تھے رسول اللہ کے عمل کو بھی بدعت کر دیا سبحان اللہ کیا عمل باحدیث و تسوی اسکے
 بعض علامات خواجہ کے بھی انہیں موجود ہیں چنانچہ ابوہریرہ اب قتال خراج میں حدیث محمد بن کثیر کے
 آخر میں ہوا ان فی عقب هذا قوم یقولون القرآن لا یجوز و زنا جرم ہم ہر قون میں
 الاسلام مروق السہم من الرمیۃ یقتلون اهل الاسلام و یدعون اهل الکاف
 لئن انا والله ادرکتہم لا قتلہم قتل عاد انتہی اسی طرح ان یقولون کہ رافضی سے اگر
 رافضی تھی تو بھی تھی مگر انکو نہ ہنود سے نہ مسیحی نہ نصاریٰ سے نہ اور کفار سے خطا ہست سے
 و ثمنی ہر جب ال مذہب کا نام سننے میں جل جاتے ہیں خصوصاً ابو حنیفہ کے نام سے مارے
 غصے کے اختیار میں نہیں رہتے ایسا ہی نواب والا جاہ اگرچہ اہل شافعی و مالک کے نام سے بھی
 غصے میں آتے ہیں لیکن جب ابو حنیفہ کا نام سن لیتے ہیں تو مارے غصے کے اختیار میں نہیں آتے
 قیصے سے بھی صبر نہیں ہوتا حال قتال سے غصہ نیک پڑتا ہے باقی مفاہد عقائد کے انکے کتب
 دار الحق فخرہ میں لکھے ہیں دیکھ لو کہ قائل جمعیت کے ہیں خدا سے تعالیٰ پر کذب جائز رکھتے ہیں
 علی کل شیء قدیر کو دلیل لاتے ہیں محالات کو شیعہ میں داخل کرتے ہیں غرض کہ پیارے علامات
 تشیع کے اس فرستے میں موجود اگرچہ سارے علامات شخص میں نہیں ہیں بلکہ کل علامات کل
 فرستے میں ہیں اس واسطے کہ غرض اچھے استادوں کی یہی ہے کہ شکوک میں عوام کو ڈال کے اغوا فرماتا
 کے ذریعے سے صحابہ میں عوام کو لدا بھڑا کے قید شرم سے رانی و کر دریا می بے قیدی وغیرہ قلعہ ز
 انکو والدین پھر انسانی سے قید رخص میں آجا دینگے اور اگر کسی نے زیادہ ذہن کو لڑایا اور کسی

